بسم الله الرحمن الرحيم

بانگِ بیداری

استادِ محترم سیّد جواد نقوی حفظہ اللہ

نام کتاب: .... بانگِ بیداری

مؤلف:... .... استاد محترم سید جواد نقوی حفظہ اللہ

اشاعت:. .... ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۶ھ (اکتوبر 2015ء)

تعداد: ... . ایک ہزار

تحریک بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عرض ناشر

۲۰۱۲ء میں جب استکباری واستعماری اسلام دشمن طاقتوں نے توہینِ رسالت مآب ﷺ کا عمل دہراتے ہوئے گستاخانہ وتوہین آمیز فلم کا اجراء کیا تو پوری اُمتِ مسلمہ سراپا احتجاج بن گئی اور جذبات میں آکر اپنے ہی قومی اثاثوں واملاک کونقصان پہنچانا شروع کردیا تو اِس نازک موقع پر استادمحترم سید جوادنقوی حفظہ اللہ نے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں اس موقع پر جذبات کے اظہار کی بجائے عقل وشعور میں رہتے ہوئے اپنے اصل دشمن کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ اصل دشمن فلم بنانے والانہیں بلکہ خود امریکہ ہے۔ ہماری توجہ مجرم سے ہٹا کر جرم کی طرف کی جارہی ہے لہٰذا ہمیں باقاعدہ ایک تحریک چلانے کی ضرورت ہے تاکہ دشمن شناسی و بیداری کے ذریعے اس سرزمین کو مکمل طور پر شیطان بزرگ امریکہ سے پاک کیا جاسکے۔

اگرچہ استادمحترم گزشتہ تین دہائیوں سے اپنی تقریر وتحریر کے ذریعے اُمت اسلامیہ میں بیداری، شعور وآگاہی کے لئے تحریک بیداری کو جاری رکھے ہوئے ہیں لیکن اس موقع پر استادمحترم سید جوادنقوی حفظہ اللہ نے تقریباً تمام احزاب ومختلف سیٹ اَپ کے اکابرین کی موجودگی میں باقاعدہ ایک عنوان کے ساتھ ''تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ'' کا آغاز کیا۔

زیرِنظر کتاب ''بانگِ بیداری'' استادمحترم سید جوادنقوی حفظہ اللہ کے دومختلف

خطبات کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل ''تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدوخال، اہداف ومقاصد'' اور دوسری فصل ''تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرآنی شکل'' کے عنوان سے ہے۔

کتاب کی ابتداء میں استاد محترم نے تین اہم نکات کی وضاحت کی ہے۔ جن میں سب سے پہلے ایک قانونِ الٰہی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جسے فلسفہ نے کشف کیا ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ اگر کوئی عمل ایک پہلو سے دینی ہو لیکن اس کا دوسرا پہلو غیر دینی ہو تو مجموعی طور پر یہ عمل غیر دینی ہی کہلاتا ہے یعنی حق و باطل کے ملاپ کا نتیجہ ہمیشہ باطل ہی ہوگا۔ ماں یا باپ میں سے اگر کوئی ایک بیمار ہو تو بیٹا حتماً بیمار ہی پیدا ہوگا۔ اسی طرح اگر پاک اور ناپاک پانی کو ملائیں تو نتیجہ یقیناً ناپاک پانی کی صورت میں ہوگا۔ اِس قانون کے تناظر میں اگر ہم انفرادی یا اجتماعی کام کرتے ہیں تو اس کے تمام پہلو دینی ہونے چاہئیں۔ لہٰذا دینی اہداف و مقاصد کی تکمیل کیلئے راہ، روش و طریقہ کار بھی حتماً دینی ہی ہونا چاہئے۔

جب یہ نکتہ طے ہو گیا تو پہلے قدم پر بیداری و آگاہی کی ضرورت ہے۔ استاد محترم نے معلومات، علم و بیداری کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ بیداری سے مراد معلومات نہیں اور نہ ہی علم کو ہم بیداری و شعور کہہ سکتے ہیں۔ صرف تعلیمی ڈگریاں لینے سے بیداری نہیں آتی۔

جب بیداری حاصل ہو جائے تو تیسری چیز اُمت سازی ہے جو قرآن میں انبیاء کی اصلی ماموریت بیان کی گئی ہے۔ قوموں، قبیلوں، گرہوں اور حزبوں کو اُمت میں تبدیل کرنا۔ استادِ محترم نے فرمایا کہ انبیاء وائمہ علیہم السلام کی سنت و سیرت پر عمل کرتے ہوئے بیداری کا عمل شروع کریں۔ عرفانی، اجتماعی و سیاسی سیر و سلوک میں بھی پہلا قدم یقظاء و بیداری ہی ہے۔

تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کوئی تنظیم، حزب یا پارٹی نہیں ہے اور نہ ہی رائج تحریکوں کی کوئی شکل ہے بلکہ پاکستان میں اس کا کوئی رول ماڈل نہیں ہے۔ تحریکِ بیداری کا کام صرف اُمت کو آگاہ کرنا ہے، اس کا منشور کوئی قیادت و ریاست نہیں ہے۔ اس میں الیکشن وغیرہ نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی گروہ یا جزیرہ بنانا ہے۔ پاکستان میں تحریک کا تجربہ نہیں ہے، نہضت، قیام و تحریک ایک ہی چیز کا نام ہے۔ تحریک و نہضت کے اندر حزبی طریقہ کار نہیں ہوتا بلکہ روشِ امامت کے تحت ہر آدمی اُمت اور امام دونوں سے متصل ہوتا ہے۔ اطاعت اِس روش کا لازمہ ہے مگر حزب میں رابطہ کسی مفاد کی بنیاد پر ہوتا ہے لہٰذا حزب میں نظامِ امامت و قیام والی نوعیت کبھی بھی پیدا نہیں ہوتی۔

جس طرح جمہوری عمل میں گِنا جاتا ہے۔ تنظیمی عمل میں بھی گِنا جاتا ہے۔ اصلاً تنظیم جمہوریت کا فرزند ہے، اسلام کا نہیں ہے۔ عوام اور اقتدار کے درمیانی حلقے کے طور پر تنظیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ ''تنظیم'' عوام کو اقتدار سے دور رکھنے کے لئے ایک بیریئر ہے۔ تنظیمی افراد عوام کے نمائندے بن کر اقتدار میں آتے ہیں۔

بیداری کا عمل جو پہلے سے جاری تھا لیکن اب اس میں دشمن کی شناخت کا پہلو بھی شامل ہوگیا ہے کیونکہ دشمن نے حرمتِ رسول اللہ ﷺ کو پامال کر کے ریڈ لائن کراس کی ہے۔ ہمیں عوام کو آگاہی دینی ہے کہ ہمارا اصل دشمن امریکہ مختلف پہلوؤں سے کیا کر رہا ہے۔ پاکستان کی معیشت، سیاست، تعلیم، ثقافت و تہذیب پر امریکہ کس طرح اثر انداز ہو رہا ہے۔

قرآن نے دشمن شناسی پر بہت زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت سے انبیاء کو بعد میں آشنا کروایا ہے پہلے دشمن سے آشنا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دشمن کا تجربہ کروایا کہ اس کا طریقۂ واردات سمجھو، لہٰذا دُشمن شناسی کامیابی کا اہم راز ہے۔

استاد محترم نے اس بات پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں رائج حزبی اصطلاحات کی بجائے قرآنی وتحریکی اصطلاحات استعمال کرنی ہیں۔قرآن نے مجاہد اور قاعد کی اصطلاح استعمال کی ہے یعنی اہل قیام واہل قعود۔متحرک وغیر متحرک۔بعض متحرک ہیں اور بعض محرک ہیں اور اُن محرکین میں بعض متعہد ہیں۔متعہد طبقہ کے پاس ذمہ داریاں ہوں گی اور انہوں نے ملکی سطح پر سارے سلسلے کو منظّم، مربوط وفعال رکھنا ہے۔متحرک یعنی کسی بھی سطح پر فعال آدمی، محرک یعنی حرکت دینے والا۔

متعہدین نے بیداری کا پیغام محرکین تک پہنچانا ہے۔محرکین نے متحرکین کے ذریعے آگے عوام تک پیغام پہنچانا ہے۔

قرآن نے کچھ طبقوں کا ذکر کیا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کو یہودیوں سے زیادہ توقع تھی کہ وہ الٰہی پیغام سنیں گے مگر انہوں نے مذہبی وانقلابی ہونے کے باوجود انکار کیا۔اسی طرح استاد محترم فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی آج مذہبی وانقلابیوں سے زیادہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے بلکہ ہمارا ہدف عوام ہونے چاہئیں۔

عوام ہمارے مخاطب ہیں۔جب ہم ہدف کی درجہ بندی کریں گے تو موجودہ نسل دوسرے درجے کا ہدف ہے اور آئندہ نسل پہلے درجے کا ہدف ہے۔آنے والی نسل ہمارا اصل ہدف ہے۔

قارئین کرام! استاد محترم سید جواد نقوی حفظہ اللہ انبیاء وائمہ علیہم السلام کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اُمت کی بیداری کے لئے سعی وکوشش میں مصروف عمل ہیں تاکہ اس جامد معاشرے میں ایک ایسی حرکت ایجاد کی جائے جس سے انسان کے لئے طے شدہ انفرادی و اجتماعی الٰہی مقاصد کی تکمیل کے لئے راہ ہموار کی جاسکے۔

استاد محترم سید جواد نقوی حفظہ اللہ کا شمار اُس بیدار گر طبقے میں ہوتا ہے جس میں

سید جمال الدین افغانی ؒ ، رہبرِ کبیر امام خمینی ؒ ، شہید استاد مرتضٰی مطہری ؒ ، شہید باقر الصدرؒ وعلامہ اقبال ؒ جیسی شخصیات شامل ہیں۔

اس طبقے کے ہر فرد نے اُمت اسلامیہ کو اپنے زمانے کے طاغوت سے خبردار کیا ہے اور اُمت سازی کے لئے بھرپور کوششیں کیں ہیں۔

ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہ کتاب اِس سرزمین پر الٰہی نظام کے نفاذ اور طاغوتی نظام کے خاتمے میں مددگار ثابت ہوگی۔ انشاءاللہ

ادارہ

فہرست مطالب

فصل اوّل
تحریک بیداری اُمتِ مصطفی ﷺ کے خدوخال، اہداف ومقاصد

فصل اوّل

تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے

خدوخال، اہداف و مقاصد

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ الحمدللہ اب مومنین کے لئے شناختہ شدہ عنوان بن گیا ہے۔ممکن ہے بعض جگہوں پر لوگوں کے ذہنوں میں سوالات ہوں کہ یہ کون سا عمل شروع ہوا ہے اور ممکن ہے بعض لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کئے جارہے ہوں لہٰذا اُن سے بچنے کے لیے وضاحت کی ضرورت ہے۔

دینی اعمال سے متعلق الٰھی قانون

دینی واسلامی عمل اس کو کہتے ہیں جو اپنے تمام پہلوؤں سے دینی ہو اور اُس میں کوئی بھی پہلو ایسا نہ ہو جو دین سے باہر ہو یا دین کا تدریس کردہ ومنظور شدہ نہ ہو یا دین کی طرف سے تائید وتصدیق شدہ نہ ہو! اگر ہم کوئی ایسا عمل کرتے ہیں جس کا ایک پہلو تو دینی ہو لیکن دوسرا غیر دینی تو مجموعی طور پر وہ عمل غیر دینی ہی کہلاتا ہے۔ریاضی کا ایک قانون ہے کہ اگر منفی کو جمع سے یا جمع کو منفی سے ضرب دی جائے تو ہر دو صورت میں جواب منفی ہی آتا ہے۔ درحقیقت یہ ایک عمیق و گہرے فلسفی قانون کا حصہ ہے اور اُسی سے دیگر شعبوں کے اندر بھی آ گیا ہے، دیگر علوم حتیٰ محاورات کے اندر بھی یہی قانونِ خدا ہے۔

اگر چہ یہ قانونِ فلسفی ہے لیکن اللہ کا بنایا ہوا ہے، اصل میں فلسفے نے اس کو کشف کیا ہے۔ چونکہ فلسفہ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کو کشف کرتا ہے، جس طرح علمِ فقہ خود احکام نہیں بناتا بلکہ بنے ہوئے احکام کو بیان کرتا ہے۔اسی طرح علمِ فلسفہ قوانین بناتا نہیں ہے بلکہ جو قوانین اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر بنادیئے ہیں، فلسفہ انہیں کشف کرتا ہے۔ یہ قانون

جو فلسفہ و منطق کے اندر بیان کیا گیا ہے کہ جب بھی مثبت و منفی عمل والی دو چیزیں آپس میں ملیں گی، نتیجہ اُن کا حتماً منفی ہی ہوگا۔ چونکہ نتیجہ فرزند و اولاد ہوتا ہے۔ یہ عام تعبیریں استعمال کرر ہا ہوں تا کہ سب کو سمجھ میں آئیں۔

اُن اصولوں کا نتیجہ فرزند ہوتا ہے جن کو ملا کر نتیجہ لیا جاتا ہے اور اگر ماں یا باپ میں سے کوئی ایک کسی موروثی وا چھوتی بیماری میں مبتلا ہو، ماں بیمار ہو اور باپ صحیح یا باپ بیمار ہو اور ماں صحیح ہو تو بیٹا بیمار ہی پیدا ہوگا۔ چونکہ وہ ماں اور باپ دونوں سے وراثت لیتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں میں سے ایک صحت مند ہو اور ایک بیمار تو بیٹا صحت مند پیدا ہو۔ بیٹا حتماً بیمار ہوگا۔ چونکہ بیماری جس فریق کی بھی ہے وہ بیٹے کے اندر یقیناً منتقل ہو جائے گی۔ یہ بھی عام قانون ہے، آپ دنیا کے تمام امور میں جا کر اسی قانونِ الٰہی کو کشف کریں گے۔

آپ ایک حق بات کریں اور ایک باطل ۔ دونوں باتیں ملا کر اگر ایک نتیجہ لیں۔ تو نتیجہ کیا ہوگا؟ ہمیشہ باطل ہوگا ۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک بات تو میری ٹھیک تھی، دوسری باطل تھی ۔ چونکہ اُس ٹھیک بات کو آپ نے باطل کے ساتھ ملایا ہے لہٰذا حق و باطل کے ملاپ کا نتیجہ باطل ہی ہوگا۔ تندرست اور بیمار کا بیٹا بیمار ہوتا ہے۔ مومن اور فاسق، دونوں کی دوستی کا نتیجہ فسق و فجور ہوتا ہے، اُس کا نتیجہ کبھی ایمان نہیں ہوتا، ہمیشہ کافر اور مومن کی دوستی کا نتیجہ کفر ہی نکلتا ہے۔ مشرک اور مومن کی دوستی کا نتیجہ شرک نکلتا ہے۔

آپ ایک گلاس میں پاک پانی ڈالیں اور ایک گلاس میں ناپاک پھر دونوں کو ملا کر ایک الگ چیز بنائیں تو نتیجہ کیا ہوگا؟ یقیناً سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ یہ عام قانون ہے۔ کسی جگہ بھی اس کو استثناء حاصل نہیں ہے۔ آپ کہیں بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہاں پر ہم نے ان کو آپس میں ملایا تو نتیجہ پاک نکلا یا نتیجہ مثبت نکلا ۔ ہمیشہ اس کا نتیجہ منفی ہی نکلے گا۔ یہ قانونِ عام ہے جس کو ہمیں حتماً ذہن میں رکھنا چاہیے خصوصاً اپنی عملی و دینی زندگی میں۔

ابھی ہماری زندگیاں اسی طرح سے ہیں۔ درست و نادرست، صحیح اور غلط کا جِربہ ہیں۔ ہمارے کچھ کام صحیح ہیں جبکہ ہمارے کچھ کام غلط ہیں لیکن زندگی جو اِن دونوں کا نتیجہ ہے وہ کیا ہے؟ غلط! نتیجے غلط ہی نکل رہے ہیں۔

ہم بہت سارے صحیح کام کرتے ہیں لیکن ان صحیح کاموں کے ساتھ ساتھ بہت سارے غلط کام بھی کرتے ہیں۔ دونوں جب ملتے ہیں تو دونوں کا نتیجہ غلط نکلتا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں جائزہ لینا ہے اور اپنے اعمال پر، افکار پر، راہوں پر، اور نتائج پر نظرِ ثانی کرنی ہے۔

اندھی تقلید کا نتیجہ ھلاکت

اگر انسان سوچے بغیر کسی راہ پر چل پڑے یعنی بھیڑ چال تو اس کا نتیجہ تباہی ہے۔ صحیح راہ پر بھی بھیڑ چال چلے تو بھی نتیجہ ہلاکت ہی ہے، یہ ذہن میں رکھیں۔ بھیڑ چال کس کو کہتے ہیں؟ بھیڑ چال اس کو کہتے ہیں کہ ایک بھیڑ آگے بڑھتی ہے اور دوسری بھیڑیں سوچے سمجھے بغیر، غور و فکر کئے بغیر اس کے پیچھے چل پڑیں۔ اُس نے جدھر جانا ہے، باقیوں نے بھی اُدھر ہی جانا ہے اور اُس سے پوچھنا بھی نہیں کہ آپ کدھر جا رہی ہو؟ یہ بھیڑ چال ہے یعنی اندھی تقلید۔ آنکھ بند کر کے کسی شخصیت یا کسی گروہ پر بھروسہ، کسی بھی اور چیز پر اعتماد کر کے، آنکھیں بند کر کے، غور و فکر کئے بغیر کوئی راہ اپنا لینا یہ ہلاکت و تباہی ہے۔ اس لئے غور کیا کریں! فکر کیا کریں!

قرآن کریم میں تفکر و تدبر کی دعوت

آپ ہر مسئلے میں فکر کریں اور فکر نہ کرنے پر قرآن بھی مذمت کرتا ہے کہ کیوں تفکر نہیں کرتے؟ حتیٰ اُس عبادت کو عبادت نہیں کہتے جس کے اندر تفکر نہ ہو۔

الأ لَاخیر فی عبادة لیس فیها تفکرٌ (الکافی ج: ا ص: ۳۶)

ایسی عبادت کا کوئی فائدہ نہیں ہے جس کے اندر تدبر و تفکر نہ ہو۔

قرآن کے بارے میں بھی ہے کہ،

الأ لَاخیر فی قراءَة لیس فیها تدبرٌ (الکافی ج: ا ص: ۳۶)

ایسی قرآن خوانی کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ مردے کو، نہ زندہ کو، نہ قاری کو، نہ سننے والے کو، کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے جس میں تدبر نہ ہو۔ یہ جو ہم جھوم جھوم کر قرآن پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں بغیر تدبر و فکر کے جبکہ صاحبِ قرآن فرما رہا ہے کہ ان چیزوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لہٰذا ہر چیز پر غور و فکر کریں۔

اسلام، دینِ عقلی

قرآن سب سے زیادہ تفکر، تدبر کی دعوت دیتا ہے اور یہ ایک ضابطہ و قانون ہے کہ جو بھی تفکر سے آپ کو روکتا ہے وہ صحیح راستہ نہیں ہے! یہ طے کرلیں کہ وہ درست راستہ نہیں ہے۔ جو بھی آپ کو دلیل مانگنے سے منع کرتا ہے وہ درست راستہ نہیں ہے۔ ایسے مسالک گزرے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ فکر کرنا حرام ہے، سوال کرنا بدعت ہے، جواب دینا جائز نہیں! یہ باتیں غلط ہیں! آپ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں غور و فکر کریں، اللہ تعالیٰ کی کائنات میں غور و فکر کریں، اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور و فکر کریں، اللہ تعالیٰ کے احکام میں غور و فکر کریں، اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں آپ کو عطا کی ہیں ان میں غور و فکر کریں کہ خود اللہ کا یہ حکم و دستور ہے کہ آپ تفکر کرو، تدبر کرو، سوچو، سمجھو، پرکھو؟ پھر اس کے بعد کسی چیز کو اپناؤ یا اسے رَد کرو! لہٰذا تفکر کے بغیر نہ قبول کرو، نہ جھٹلاؤ!

ابنِ سینا معروف فیلسوف ہیں، جن کو بوعلی سینا کہا جاتا ہے۔ یہ طبیب کے نام سے

مشہور ہیں لیکن ہیں فیلسوف۔ وہ پارٹ ٹائم میں لوگوں کا علاج معالجہ بھی کرتے تھے لہٰذا طبیب مشہور ہوگئے ہیں۔اُن کا یہ فرمانا ہے کہ جو آدمی بھی دلیل کے بغیر کوئی بات مان لے یا دلیل کے بغیر کسی بات کا انکار کردے، یہ فطرتِ انسانی سے بھٹکا ہوا آدمی ہے۔وہ انسانی فطرت سے ہٹا ہوا آدمی ہے۔آپ مانو بھی اور انکار بھی کرو لیکن دلیل کے ساتھ! آپ کی دلیل کیا ہے؟ یہ بات بھی ہمارے ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ توفیق دی ہے کہ ہم دیندار لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ شرف ہمیں عطا کیا ہے کہ ہم دینِ اسلام کے معتقد ہیں اور اُس میں ہمارا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ دینِ اسلام یعنی ہم مکتبِ تشیع کے پیروکار ہیں الحمدللہ۔

افتخاراتِ مکتبِ تشیع

ایامِ عیدِ سعیدِ ولایت وعیدِ غدیر ہیں اور عیدِ غدیر کے لئے یہی حمد وشکر خدا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح سے شکرانۂ عیدِ غدیر پیش کیا کرو،

الحمدلله الذی جعلنا من المتمسکین بولایة علی ابن ابی طالب (علیه السلام) (فضائل امیر المومنینؑ ص: ۱۰)

امام خمینیؒ نے اپنے وصیت نامے کا آغاز اسی سے کیا ہے کہ ہمیں فخر ہے کہ ہم مکتبِ تشیع کے پیروکار ہیں، ہمیں فخر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے نبی ہیں، ہمیں فخر ہے کہ قرآن ہماری کتاب ہے، ہمیں فخر ہے کہ نہج البلاغہ ہمارے مولا کے خطبات کا مجموعہ ہے، ہمیں فخر ہے کہ صحیفۂ سجادیہ ہمارے امام کی دعاؤں کا مجموعہ ہے، ہمیں فخر ہے کہ ہم مکتبِ جعفری کے تابع ہیں، ہمیں فخر ہے کہ ہم سید الشہداء علیہ السلام کے نام لیوا ہیں، یہ سب چیزیں قابلِ فخر ہیں۔ شرمندگی نہیں ہونی چاہئے، بلکہ ہمیں ان چیزوں پر فخر ہونا چاہئے اور یہ

افتخارات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین واسلام سے مشرف کیا ہے۔

اسلام، دینِ کامل

دینداری کی بعض روشوں کی قرآن نے مذمت بھی کی ہے، ان میں سے ایک روش یہ ہے!

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْض (النساء : ١٥٠)

کہ ہم کچھ دین لیں اور کچھ نہ لیں یا کچھ دین سے لیں اور کچھ غیر دین سے لیں اور دونوں کو ملا کر دین بنائیں۔ اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ غیر دین ہی ہوگا! اب ہم اپنی زندگیوں کو دیکھ لیں کہ ہماری زندگیوں کے کتنے پہلو ہیں اور ان پہلوؤں میں ہم کتنے دین کے پیروکار ہیں۔ ہمیں جب یہ فخر حاصل ہے، امتیاز حاصل ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دین کا پیروکار و دیندار بنایا، اسلام کی نعمت عطا کی ہے، جسے عظیم نعمت گردانا گیا ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ : ٣)

یہ خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عظیم نعمت واحسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کامل، دینِ اسلام ہمیں عطا کیا ہے اور ہم اس کے پیروکار ہیں لیکن ساتھ ہی بتایا کہ اس طرح سے نہیں کرنا کہ آپ کچھ دین سے لیں، کچھ غیر دین سے لیں اور مجموعہ بنا کر آپ خوش ہوں کہ ہم دینی ہیں۔ اگر دینی ہیں تو مکمل دینی ہوں۔ اس قانون کے تناظر میں اگر ہم انفرادی، خاندانی، اجتماعی، کوئی بھی کام کرتے ہیں تو اس کے تمام پہلو دینی ہونے چاہئیں اور دینِ کامل وہی ہوتا ہے جس کے اندر ہر پہلو سے رہنمائی موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ

تو یقین جان لو کہ دین کامل ہے، اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ کامل ہے، سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اگر کوئی چیز نہیں مل رہی تو آپ کی فہم ناقص ہے نہ کہ دین ناقص ہے۔ دین کامل ہے۔ آپ کامل دین سے ہر چیز کی ڈیمانڈ کرو، اپنا دین سے مطالبہ کرو کہ دین اگر کامل ہے پھر ہمیں ہر چیز دین عطا کرے، ہر شعبے میں رہنمائی کرے! ہماری معیشت و ہمارے کاروبار میں، ہماری تعلیم میں، ہماری عائلی زندگی میں، ہماری معاشرت میں، ہمارے دیگر و متعلقہ امور میں، سیاست میں بھی رہنمائی کرے۔ سب میں دین رہنمائی کرے، ہمہ جہت و ہمہ گیر رہنمائی کرے۔

اسلامی جھنڈے کے نیچے غیر اسلامی ایجنڈا

اگر ہم نے کوئی اجتماعی و سیاسی عمل کرنا ہے تو اس کا نام بھی اسلامی و دینی رکھنا ہے۔

نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَعۡضٍ (النساء : ۱۵۰)

یہ نہ ہو کہ جھنڈا اسلامی ہو لیکن ڈھانچہ غیر اسلامی، روش غیر اسلامی، طریقہ غیر اسلامی، اس کا نتیجہ کبھی بھی دینی نہیں نکلے گا۔ جیسے اس وقت پاکستان میں جو سیاسی عمل کے لئے کامیاب اسلامی نمونہ سمجھا جاتا ہے وہ جماعتِ اسلامی ہے۔ یہ سب کے لئے ماڈل اسلامی ڈھانچہ ہے۔ حقیقت میں یہی غیر اسلامی تنظیم ہے، جس کی سوائے نام کے کوئی بھی چیز اسلامی نہیں ہے۔ اس کا ڈھانچہ، منشور اور ہدف غیر اسلامی ہے، یہ سیکولر جماعت ہے لیکن اس نے اپنے آپ کو اسلامی و دینی منوا بھی لیا ہے اور تنہا ماڈل دینی جماعت سمجھی بھی جاتی ہے۔ جب ماڈل ایسا ہے تو اس ماڈل کو دیکھ کر جو چیز بنے گی وہ کیا ہوگی؟ اگر دین آپ کو اجتماعی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے تو دین کا ڈھانچہ، دین کی روش،، دین کا ہدف،

دین کا طریقہ، دین کا مقصود بھی بتائے اور اتفاقاً دین نے سب کچھ بتایا ہے جبکہ ہم نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ہم اس کو سمجھتے ہیں لیکن دین سے لیتے نہیں ہیں۔

قرآن کریم میں اُمت سازی کا حکم

دین میں صراحت کے ساتھ ہے کہ تمہاری اجتماعی زندگی کی شکل اُمت ہو! نہ کہ قوم ہو، نہ قبیلہ، نہ علاقائیت، نہ لسانیت، نہ کوئی اور عنوان ہو، نہ گروہ، نہ حزبیت، کچھ بھی نہ ہو، صرف اور صرف اُمت ہو!

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ (ال عمران : ۱۰۴)

تم نے اُمت بننا ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ (ال عمران : ۱۱۰)

تم بہترین اُمت ہو۔

تمہیں اُمت ہی بننا ہے۔دین اُمت کے علاوہ کوئی بھی دوسری شکل قبول نہیں کرتا۔ ہم بیشک جتنے نقاب کرلیں، خوبصورت بنالیں اور اس کی ہزار توجیہات کرلیں، ہزار فلسفے گھڑ لیں، دین فقط یہ کہتا ہے کہ آپ دین کی دی ہوئی شکل میں جب تک نہیں آؤ گے آپ قابلِ قبول نہیں ہو!

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (ال عمران : ۸۵)

اسلام کے علاوہ اگر کوئی اور شکل وڈھانچہ لے کر آئے تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

پس پہلا عنصر یہ ہے کہ دین بڑی صراحت کے ساتھ ہمیں حکم دیتا ہے کہ آپ نے اجتماعی زندگی بصورتِ اُمت بسر کرنی ہے۔ خاندانی زندگی بصورتِ خاندان، فرینڈ شپ نہیں! دین فرینڈ شپ کو قبول نہیں کرتا، جو اس وقت مغربی معاشرے کے اندر ہو رہی ہے

اور آہستہ آہستہ مشرقی معاشرہ اور مسلمان معاشرہ بھی اُس سے متاثر ہو رہا ہے۔ اسلام زوجیت کو بہت مقدس بنیاد سمجھتا ہے اور اُسی بنیاد پر خاندان کی تشکیل، خاندان کے ڈھانچے کو ہی مقدس سمجھتا ہے۔ یہ عائلی زندگی ہے۔ انفرادی و اجتماعی زندگی کے لئے بھی ماڈل پیش کرتا ہے کہ انفرادی زندگی تم نے کیسے بسر کرنی ہے؟ کس حیثیت سے بسر کرنی ہے؟ اگر ہم انفرادی زندگی میں مشرقی بن جائیں اور عائلی زندگی میں مغربی، اجتماعی زندگی میں کچھ اور جبکہ نام بھی اپنا دینی رکھ لیا ہو تو یہ دھوکہ ہے، خود فریبی ہے۔ اس طرح ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس خود فریبی اور اپنے کو دھوکہ دینے سے نکلنے کے لئے ہمیں ایمان لانا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی فضیلت

قرآن مومن مانگتا ہے، مومن بنو، ان ساری چیزوں پر ایمان لاؤ، اُمت ہونے پر ایمان لے کر آؤ۔ قرآن پر ایمان لاؤ۔ اس راہ پر ایمان لاؤ، صراط پر ایمان لاؤ، اللہ پر ایمان لاؤ۔ ان تمام چیزوں پر ایمان لے کر آؤ۔ ہم ایمان نہیں لائے، ہم فقط ایک کاروباری نگاہ سے جائزہ لیتے ہیں کہ دین جو کچھ پیش کرتا ہے اس کے فوائد کیا ہیں۔ اُن فائدوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جدھر سے فائدہ سمجھ میں آتا ہے وہ کام کر لیتے ہیں اور جس چیز کا فائدہ سمجھ میں نہیں آتا اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ہم مومن ہوں، جس طرح قرآن مجید نے ذکر کیا ہے کہ کیوں رسول اللہ ﷺ کامیاب ہوئے؟ اس لئے کہ

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (البقرہ : ۲۸۵)

خداوند تبارک وتعالیٰ نے جو رسول اللہ ﷺ پر اُتارا، رسول اللہ ﷺ کا اُس پر مکمل ایمان تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ بہت بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے کہ جو کچھ

خدا نے اُنہیں دیا اُس پر رسول اللہ ﷺ کا پورا ایمان تھا۔ جب انسان کا ایمان ہوتا ہے تو پھر شک نہیں ہوتا! جب رسول اللہ ﷺ تنہا تھے اور کوئی بھی ساتھی نہیں تھا تب بھی رسول اللہ ﷺ مطمئن تھے کہ یہی درست راستہ ہے اور جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں بہت سختیوں میں تھے تو بھی اُن کا ایمان تھا کہ یہی درست راستہ ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکال دیا گیا اور ہجرت کرکے مدینہ آ گئے تو بھی یہی ایمان تھا کہ یہ درست راستہ ہے۔

جب جنگیں شروع ہوئیں اور محاصرے میں تھے تو بھی یہی ایمان تھا کہ یہی درست راستہ ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نے حکومت تشکیل دی و بعنوانِ حاکم مدینہ میں نظامِ اسلامی قائم کرلیا تو بھی رسول اللہ ﷺ کا ایمان تھا کہ یہی درست راستہ ہے۔ یعنی تنہائی میں بھی شک نہیں کیا، سختیوں میں بھی شک نہیں کیا، ہجرت میں بھی شک نہیں کیا، جنگ میں بھی شک نہیں کیا، صلح میں بھی شک نہیں کیا۔ یوں نہیں ہے کہ اگر صحیح راستوں پر لوگ ہمیں چھوڑ جائیں تو ہم شک کرنا شروع کردیں کہ یہ صحیح بھی ہے یا نہیں ہے۔ ہم عموماً صحیح و غلط راستوں کا معیار کیا بناتے ہیں؟ کہ لوگ کدھر ہیں؟ آیا لوگ قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ بہت سارے صحیح راستے ہیں، لوگ اُنہیں سمجھتے ہی نہیں ہیں۔

شک، ایمان کی آفت

علی علیہ السلام جب تنہا تھے، کوئی بھی بیعت کرنے کے لئے حاضر نہیں تھا تو بھی علی علیہ السلام کو شک نہیں تھا کہ امام میں ہی ہوں اور جب بعنوان چوتھا خلیفہ انتخاب کرلیا تو بھی حضرتؑ کو یقین تھا کہ امام میں ہی ہوں۔ شہید مطہریؒ، امام خمینیؒ سے ملنے کے لئے پیرس گئے چونکہ شہید مطہریؒ انقلابی کونسل کے سربراہ تھے (انقلاب سے کچھ عرصہ پہلے امام خمینیؒ نے ۷۸ء میں

انقلابی کونسل تشکیل دی۔ یہ انقلابی کونسل مخفی تھی، کسی کو پتہ نہیں تھا اس کا رُکن کون ہے! کون اس کا سربراہ ہے؟ شہید مطہریؒ ایران کے اندر دیگر علماء و بزرگوں کے ساتھ مل کر پورے انقلاب کو لیڈ کررہے تھے۔ شہید مطہریؒ اس کے ہیڈ اور بعنوانِ رئیسِ انقلابی کونسل تھے) البتہ یہ کہا کہ میں صرف امامؒ سے ملنے جا رہا ہوں۔ یہ نہیں بتایا کہ میں رئیس ہوں۔ چونکہ وہ عہدہ مخفی تھا حتیٰ انقلابیوں کو بھی معلوم نہیں تھا! شہید مطہریؒ گئے، مل کر واپس آئے اور ساتھیوں نے پوچھا کہ بتاؤ امامؒ سے ملے تو آپ نے امامؒ کو کیسا پایا؟ کیا محسوس کیا؟ تو شہید مطہریؒ نے کہا کہ میں جس رہبر کو مل کر آیا ہوں، میں نے اس کو دیکھا ہے کہ آمنا بربہ، آمنا بصراطه، میں نے اس کو اپنے خدا کا مومن پایا ہے، امام خمینیؒ کا اپنے خدا کے اوپر ایمان ہے۔ یہ وہ ایمان ہے جو انسانوں کو کامیاب کرتا ہے۔

ہم اپنے اعمال کو دیکھیں کہ ہمارا کن چیزوں پر ایمان ہے! جبکہ ہم آزماتے سب راستے ہیں۔ جیسے کچھ مریض ہوتے ہیں، یہ ڈاکٹر کے پاس بھی جاتے ہیں، پنساری کے پاس بھی جاتے ہیں، ہومیوپیتھی کے پاس بھی جاتے ہیں، مزار پر بھی جاتے ہیں، بابا کے پاس بھی جاتے ہیں، ساتھ تعویذ بھی لیتے ہیں، پھکی بھی لیتے ہیں، پھٹکڑی بھی لیتے ہیں، ہنگ بھی لیتے ہیں! کیوں؟ اس لئے کہ ان کا کسی پر ایمان نہیں ہے۔ اِدھر آکر پھر اُدھر جانے کا مطلب ہے کہ آپ کا اِدھر ایمان نہیں ہے۔ یہ جو ہم ایک ہی وقت میں ہزار جتن کرتے ہیں یعنی ہزار میں سے کسی پر ایمان نہیں ہے۔ فرض کریں آپ نے آکر مجھے کہا کہ میری یہ ضرورت ہے، آپ پوری کردیں اور میں نے کہا کہ مطمئن رہیں، آپ کا کام ہو جائے گا۔ باہر نکل کر دوسرے کو فون کرتے ہیں کہ یہ کام ہے آپ کردو! آگے چل کر تیسرے کو کہتے ہیں یعنی کسی پر آپ کو ایمان نہیں ہے۔ اگر کسی کے اوپر ایمان ہو تو ایک سے بات کردی ہے تو آرام سے جا کے سو جاؤ۔ یہ ایمان کی علامت ہوتی ہے۔

ہمارا دین پر ایمان نہیں ہے۔ ہم نے دین کو ایک آلہ کے طور پر رکھا ہوا ہے، ٹیسٹ کریں گے، چل گیا تو تیر، نہ چلا تو تُکا۔ یہ دینداری نہیں ہوتی، دینداری کا رکن ایمان ہے۔ اول و آخر، ہر چیز ایمان ہے۔ ایمان ذہنی کیفیت کا نام نہیں ہے۔ ہمیں دین پر ایمان ہو، دینی راہ پر ایمان ہو، اللہ کے وعدوں پر ایمان ہو، دینی اصولوں پر ایمان ہو۔ جب دین ہمیں کہتا ہے کہ تم نے اُمت بننا ہے۔ اُمت بنو گے تو تمہاری کامیابی ہے ورنہ نہیں ہے! دین جب کہتا ہے صراط مستقیم ہے، یہ ایک راستہ ہے، یہی مستقیم راستہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ باقی سب شغل ہے۔ فتفرقوا ،تم بکھر جاؤ گے، منتشر ہو جاؤ گے اگر شغل پر چلو گے!

اللہ کے لئے دین کو خالص کریں

دین اپنے مستحکم و محکم اصول پیش کرتا ہے کہ یہ تمہارے لئے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اُن پر ایمان ہو۔ روشیں دینی ہوں، ڈھانچے دینی ہوں، مقاصد دینی ہوں، اہداف دینی ہوں، آغاز دینی ہو، انجام دینی ہو تو اُس کو ہم دین کہیں گے۔ ورنہ اس میں کوئی چیز بھی غیر دینی آ گئی تو وہی فارمولا لاگو ہو جائے گا کہ حق و باطل کا نتیجہ باطل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ روایت میں ہے کہ اگر ایک شخص ننانوے پرسینٹ (99%) عمل، خدا کے لئے کرے، بلکہ اس سے بھی زیادہ میں آگے لے جاؤں کہ نائنٹی نائن پوائنٹ نائن نائن پرسینٹ (99.99%) عمل خدا کے لئے ہو، (0.01) پوائنٹ زیرو وَن غیر خدا کے لئے ہو۔ خدا اس عمل کو کہتا ہے یہ مجھے نہیں چاہئے! یہ پوائنٹ زیرو وَن ناخالصی یہ بھی مجھے نہیں چاہئے! کیوں؟ اس لئے کہ خالصی اور ناخالصی کا نتیجہ ناخالصی ہے۔ یہ پوائنٹ زیرو وَن بھی ناخالصی ہے، یہ میرے شریک کو دے دے۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ

انا اغنی الاغنیاء عن الشریک (وسائل الشیعه ج: ۱ ص: ۴۳)

خداوند متعال کا فرمانا ہے کہ میں بہترین پارٹنر ہوں، جو مجھ سے شراکت کرے اُس کو فائدہ ہی فائدہ ہے۔ کیوں کہ جو میرے لئے اور میرے شریک کے لئے ملا کر عمل کرے میں اپنا حصہ بھی اس شریک کو دے دیتا ہوں کہ یہ بھی تیرا ہے، یہ مجھے نہیں چاہئے۔ خدا کے لئے دین خالص چاہئے۔

اَلا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (الزمر : ۳)

اسلام ناب پر ایمان

امام خمینیؒ جو فرماتے ہیں اسلامِ ناب، یعنی خالص اسلام جس میں کوئی چیز غیر اسلامی نہ ہو۔ امام خمینیؒ کا ایمان و کامیابی اسی میں تھی کہ امامؒ کا اسلام کے علاوہ، دین کے علاوہ کسی چیز پر ایمان نہیں تھا، صرف اسلام پر ایمان تھا۔ لہٰذا امامؒ کی تحریک، امامؒ کے انقلاب اور امامؒ کی سوچ میں کوئی غیر دینی عنصر شامل نہیں تھا۔ نہ اس میں جمہوری، نہ اس میں غیر جمہوری، کچھ بھی نہیں تھا، فقط اسلامِ ناب۔ لوگ آکر تجاویز دیتے تھے کہ دنیا میں یہ بھی ہے، یہ بھی ہے،، فلاں بھی ہے۔ امامؒ فرماتے تھے نہیں! صرف دین۔ جس چیز کی دین اجازت دیتا ہے وہ ٹھیک ہے، جس کی اجازت نہیں دیتا وہ کتنی ہی مفید کیوں نہ ہو وہ درست نہیں ہے۔ امامؒ کی روشیں، امامؒ کے اہداف، امامؒ کے وسائل سب اسلامی و دینی تھے اور یہ کامیابی ہے۔

دینی بنیاد پر دینی عمل کی ضرورت

پاکستان کوئی ایسی سرزمین نہیں ہے کہ جہاں پر یہ فارمولے یا یہ اصول ٹوٹ جائیں کہ دین و غیر دین ملائیں تو نتیجہ دین نکلے! دین اور غیر دین ملائیں گے تو نتیجہ یقیناً غیر دینی نکلے

گا۔اس بنیاد پر ہمیں پاکستان کے اندر دینی بنیاد پر عمل کی ضرورت ہے۔دینی جو واقعاً و خالصتاً دینی ہو۔

ایک جماعت کی مثال دی ہے، اُن کے بانی مؤدودی صاحب، انہوں نے اپنے منابع ، اپنے تفکر اور اپنی سوچ کے مطابق جو کچھ سوچا وہ اپنے اصولوں کے مطابق درست سوچا، اُن کی سوچ کسی حد تک دینی تھی لیکن اُن کے پیروکار دینی نہیں ہیں، وہ سیکولر لوگ ہیں۔اُن کا ہدف اسی موجودہ سسٹم کے ساتھ ایڈجسٹ منٹ ہے۔بس اقتدار میں آنا۔ہمیں ہر قیمت پر اقتدار ملے۔آپ دیکھیں پوری جماعت کے اندر کوئی بھی عالمِ دین نہیں ہے۔ کوئی بھی دین شناس نہیں ہے۔دین شناس کے بغیر کس طرح سے ایک دینی عمل کریں گے؟ اس وجہ سے ساری روشیں اپناتے ہیں،فوجی روشیں بھی اپناتے ہیں،اسلامی ریاست قائم کرنے کے لئے مارشل لاء کو بھی تجربہ کرتے ہیں،ضیاءالحق کا بھی سہارا لیتے ہیں۔ ہر ایک کا سہارا لیتے ہیں کہ شاید اس طریقے سے اسلام حاصل ہو جائے۔

آپ اسلام کو کیا سمجھے ہیں؟ سبزی ہر جگہ سے نہیں ملتی، غلہ منڈی سے سبزی نہیں ملتی، الیکٹرانک یا الیکٹرک مارکیٹ سے سبزی نہیں ملتی،ٹرنک بازار سے سبزی نہیں ملتی،سبزی منڈی سے ہی سبزی ملتی ہے۔آپ سمجھتے ہو کہ اسلام ہر جگہ رکھا ہوا ہے، ہر مارکیٹ میں اسلام ملتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔اسلام اپنے منابع سے ملتا ہے،قرآن، سنت اور روایاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و معصومین علیہم السلام سے ملتا ہے۔یہ منابعِ اصیلِ اسلامی ہیں۔ان میں دیکھو اور تلاش کرو۔

غیر دینی اعمال کی تصدیق

کوئی عمل کرنے سے پہلے اس کو کھول کر ایک دفعہ دیکھ لو کہ آیا وہ دین کے مطابق ہے بھی یا نہیں؟ اکثر ایک مثال دی ہے کہ کوّا کھا کر اگر پوچھو تو وہ حلال ہو جاتا ہے لیکن کھانے

سے پہلے اگر پوچھو تو وہ حرام ہوتا ہے۔ ہمارا یہ طریقہ کار ہے۔

ہم کوّا کھا کر جاتے ہیں، پوچھ کر حلال کرا کے آتے ہیں، خواہ قم جائیں یا نجف۔ چونکہ کوّا کھایا ہوا ہے، لہٰذا اُسے حلال کرا کے ہی آتے ہیں۔ اگر ایک اُس کو حلال نہ کرے تو دوسرے کے پاس چلے جاتے ہیں۔ آخر تک پوچھتے رہتے ہیں جب تک اُس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں مل جاتا ہے۔ بینکوں میں سود کھاتے ہیں، معیشت میں سود کھاتے ہیں اور یہ سارا حلال کروا کے آتے ہیں۔ چونکہ ہم نے کوّا کھا لیا ہے۔ کھانے سے پہلے پوچھو کہ حلال ہے یا حرام! کھانے سے پہلے ساری چیزیں حرام ہو جائیں گی جو ہم حلال کئے ہوئے ہیں۔ ہم دین سے رجوع نہیں کرتے بلکہ دین سے فقط اپنے غیر دینی اعمال کی تصدیق کروانا چاہتے ہیں کہ اس کے اوپر دین کا ٹھپہ لگ جائے اور بس یہی ہمارے لئے کافی ہے، باقی کچھ بھی نہیں چاہیئے۔

ایک صاحب میرے پاس آئے، انہوں نے کہا کہ میں نے تھیسز لکھنا ہے تو آپ میرے گائیڈ بنیں! میں نے کہا کہ میرے پاس فرصت نہیں ہے، میری مصروفیات زیادہ ہیں، بہر کیف انہوں نے اصرار کیا، بہت کچھ کر کے آخر میں کہنے لگے کہ آپ کے پاس آنے کی یہ وجہ نہیں تھی کہ کوئی اور استاد نہیں ملتا بلکہ آپ کے پاس آنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ وطنی آدمی ہیں، دوسرے استادوں کو جب تک کام کر کے نہ دیں وہ تصدیق نہیں کرتے، آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ جیسا تیسا ہو آپ کر دیا کریں! یہ تھیسز کی گائیڈ لینے نہیں آیا تھا بلکہ وہ صرف اپنے کام کی تصدیق کروانے آیا تھا کہ آپ اس کے اوپر بس ٹھپہ لگا دیں کہ یہ کام کر رہا ہے، ہر مرحلے کو چیک کئے بغیر ٹھپہ لگاتے جائیں۔

عملاً لوگ دین میں بھی یہی کام کرتے ہیں۔ دین سمجھنے نہیں آتے، جو کیا ہوا ہے اُس کے اوپر ٹھپہ لگوانے آتے ہیں۔ یہ سمجھنا نہیں چاہتے۔ اگر ہم دین سے پوچھیں کہ ہماری

روشیں کیا ہیں؟ ہمارے اہداف کیا ہیں؟ ہمارے مقاصد کیا ہیں؟ بالکل واضح ، واشگاف انداز میں دین بیان کرتا ہے کہ آپ کو اُمت ہونا ہے، آپ کا مقصود یہ ہے، اس کی روش یہ ہے، اس کا راستہ یہ ہے۔ یہ دین کے موٹے موٹے اصلی اصول ہیں!

معلومات ، علم و بیداری میں فرق

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اگر ہم نے طے کرلیا ہے کہ ہم نے دینی راہوں پر ہی چلنا ہے، دینی اہداف کو لے کر چلنا ہے، دینی روشوں پر جانا ہے، دینی طریقۂ کار اپنانا ہے تو اُس کے لئے پھر پہلے قدم پر بیداری و آگاہی کی ضرورت ہے، آگاہی کے بغیر کوئی راستہ طے نہیں ہوتا۔ بیداری سے مراد شعور ہے، علم نہیں ہے، معلومات نہیں ہیں! بیداری سے یہ بھی مراد نہیں ہے کہ آپ کو بہت ساری معلومات دے دی جائیں۔ انفارمیشنز کو بیداری نہیں کہتے۔ یہ نالج ہے لیکن یہ بیداری نہیں، بسا اوقات ہوتا ہے کہ بہت سارے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے علم تو حاصل کیا ہوا ہے لیکن اُن کے اندر شعور نہیں ہے۔

البتہ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان میں اگر کوئی ڈگری لے لیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھ میں عقل بھی آگئی ہے، علم بھی آگیا ہے، شعور بھی آگیا ہے، مجھ میں سب چیزیں آگئی ہیں۔ اس کاغذی ڈگری کے اندر سب کچھ موجود ہے۔ جبکہ آپ نے ڈگری تو لی ہے لیکن آپ کے اندر ابھی علم نہیں آیا۔ صرف کاغذ ملا ہے چہ بسا جعلی ڈگری ہو اگر اصلی بھی لیں تو بھی ایسا ہی ہے۔ چونکہ ہمارا نظامِ تعلیم ناقص ہے۔ ڈگریاں دیتا ہے اور جاب دلاتا ہے، اس سے کاذب شخصیت پیدا کرتا ہے، حقیقی شخصیت پیدا نہیں کرسکتا یہ نظامِ تعلیم ، بہت ناقص ہے۔ دونوں شعبے ایسے ہی ہیں سیکولر بھی اور دینی بھی۔ تعلیم کے دونوں شعبے انتہائی ناقص ہیں۔

فرض کریں میں نے دینی تعلیم حاصل کی ہے تو بجائے اس کے کہ مجھے دینی تعلیم سے

شعور ملے، بیداری و آ گاہی ملے، میرے اندر رُشد پیدا ہو! بلکہ کیا کریں گے؟ میرے اندر ہوا بھر دیں گے۔ غبارہ بنا دیں گے، حجۃ الاسلام، آیت اللہ، سکالر، مفکر، فلاں وفلاں! ہوا بھر دیں گے۔ جب چند لوگ کہنا شروع کرتے ہیں تو آہستہ آہستہ ضعیف آدمی کو خود بھی یقین ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ میں کچھ ہوں تو اس لئے مجھے یہ کہتے ہیں، اگر میں نہیں ہوں تو پھر مجھے کیوں کہتے ہیں؟ یہ اتنے لوگ جو مجھے کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ میں کچھ تو ہوں! اس سے انسان کے اندر کاذب احساس بیدار ہو جاتا ہے چونکہ چند **اشباہ الناس** تائید بھی کر دیتے ہیں۔ اس سے کاذب ماحول بنتا ہے۔ کاذب ماحول میں پھر ہر چیز کاذب ہوتی ہے۔

یونیورسٹیوں کالجوں میں ابھی یہی کاذب ماحول ہے۔ کوئی اس میں صداقت وحقیقت نہیں ہے۔ اسی طرح دینی و مذہبی شعبے نے بھی کاذب ماحول بنایا ہوا ہے۔ ہم نے اس کذب سے نکلنا ہے، ہمیں اس کاذب ماحول سے نکلنا ہوگا اور حقائق سے ہم نے آشنا ہونا ہے۔ وہ حقائق تلخ ہی کیوں نہ ہوں! کاذب احساس جیسے کہ ایک بیمار آدمی ہے جس کو سب مل کر یہ احساس دلا دیں کہ تم بالکل ٹھیک ہو۔ وہ اس احساس میں مبتلا ہو جائے کہ میں تو بالکل ٹھیک ہوں، فِٹ ہوں! یہ آپ کا کاذب احساس ہے۔ تم بیمار ہو اور اس کاذب احساس سے تمہاری صحت نہیں بنے گی۔ حقائق کی طرف جاؤ! مانو کہ تم بیمار ہو لہٰذا جا کر اس کا علاج کراؤ! اس بیماری کو دور کرو۔ لہٰذا بیداری کے بغیر کوئی عمل ممکن نہیں ہے!

اُمت سازی، انبیاء کی اصلی ماموریت

تیسری چیز ہے اُمت سازی جو قرآن میں انبیاء کی اصلی ماموریت ہے۔ انبیاء اُمت بنانے کے لئے آئے ہیں۔ قوموں کو اُمت میں تبدیل کریں، قبیلوں کی اُمت بنائیں، حزبوں کی اُمت بنائیں، گروہوں کی اُمت بنائیں، یہ چھوٹے چھوٹے بکھرے ہوئے ٹکڑے ان سب کی اُمت بنائیں، ان کا کام اُمت سازی ہے۔ قرآن مجید میں واضح الفاظ میں آیات موجود ہیں، سورہ بقرہ اورسورہ یونس میں ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ (ال عمران : ۱۰۴)

تم اُمت بنو

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْن (البقرہ : ۲۱۳)

لوگ اُمت واحدہ تھے

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا (یونس : ۱۹)

لوگ ایک اُمت تھے اوراُن میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ پھر خدا نے انبیاء مبعوث کئے تاکہ ان کودوبارہ اُمت بنائیں۔

ہم ہر چیز کو اُمت نہیں کہہ سکتے۔ اُمت کی اپنی خاص تعریف ہے، البتہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ ہم ہر چیز کا نام رکھ دیتے ہیں جیسے رکشے کے اوپر (F-16) ،لکھا ہوتا ہے۔ نام دینے میں کیا حرج ہے! ایک کمرہ غصبی زمین کے اوپر بنا کر اوپر جامعہ لکھ دیں۔ عموماً مسلمان قبضہ کر لیتے ہیں، فٹ پاتھ پر قبضہ کر کے ایک کمرہ بنا کر اوپر کیا لکھیں گے؟ جامعہ علومِ اسلامیہ۔ جھونپڑی کو جامعہ بنا دیتے ہیں، جامعہ یعنی یونیورسٹی۔ نام رکھنے سے کوئی حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت وہی رہتی ہے، آپ اس کا جوبھی نام رکھ لیں۔ اس تناظر میں ہم حقیقت پسندی کے ساتھ اپنے ملک کے اندر،

اپنی قوم کے اندر، اپنی اس موجودہ صورتحال میں اُن قرآنی اصولوں کے اوپر کوئی حرکت شروع کریں۔

پاکستان میں تحریک بیداری کا کوئی رول ماڈل نہیں

ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ ہم جو کام کررہے ہیں یا کرنے جارہے ہیں، پہلے سے ہمارے پاس کوئی ماڈل نہیں ہے جس کو دکھاسکیں! میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ہم نے لاہور میں مدرسہ بنایا جسے آپ میں سے بعض نے دیکھا اور بعض نے نہیں دیکھا ہے۔ جنہوں نے نہیں دیکھا ہے وہ کبھی وقت نکالیں، آئیں اور آکر دیکھیں۔ جب کسی کو بتاتے ہیں کہ مدرسہ بنایا ہے تو اُن کے ذہن میں فوراً ایک مدرسے کا نقشہ جو انہوں نے خود پہلے سے دیکھا ہوا ہے وہ آجاتا ہے کہ کوئی ایسا ہی بنایا ہوگا۔ ہم جب اُس کا افتتاح کررہے تھے تو بہت سارے اپنے آشنا لوگوں کو دعوت دی کہ آپ آئیں۔ ایک ہمارے عزیز جو لاہور میں مقیم ہیں۔ اُنہیں کارڈ دیا لیکن وہ نہیں آئے۔ بعد میں اُن سے کام پڑا، اُنہیں افتتاح کے بعد بلایا اور کہا کہ آپ افتتاح میں نہیں آئے تو کہنے لگے کہ دو وجوہات کی بنا پر نہیں آیا۔ ایک تو اُس کارڈ میں یہ مشخص نہیں تھا کہ یہ آپ کا ہے، دوسرا یہ کہ میں نے سوچا کہ ایک دو مرلے کا مدرسہ ہوگا اور میرے بغیر ہی اس کا افتتاح ہوجائے گا تو میں اپنا دن کیوں ضائع کروں۔ وہیں سے میرے ذہن میں آیا کہ ایسے ہی ہوتا ہے جب کوئی نئی چیز ہو، نیا کام ہو اور اُس کا ماڈل پہلے سے ہمارے ذہنوں میں نہ ہو تو ذہن ہمارا دوڑ کر اُنہی مانوس مصادیق کی طرف چلا جاتا ہے۔ جیسے فرض کرلیں کہ آپ نے بالکل الگ تھلگ کوئی نئی چیز خریدی یا بنائی ہے اور آپ نے اس کا نام وہی رکھا ہے جو عام ہے تو لوگوں کا ذہن اُدھر ہی

چلا جائے گا، کوئی ایسی ہی ملتی جلتی چیز آپ نے بھی کی ہوگی۔

تحریکِ بیداری اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی بھی صورتحال یہی ہے کہ اب پوچھیں گے یہ کیا بنایا ہے؟ تنظیم بنائی ہے، حزب بنائی ہے، کیا یہ رائج تحریکیں جو چلتی ہیں یہ اُس طرح کی تحریک ہے۔ اس کا کوئی رول ماڈل نہیں ہے! جو میں آپ کو بتاؤں کہ یہ کیا بنایا ہے؟ زیادہ سے زیادہ میں آپ سے یہی عرض کرسکتا ہوں کہ اگر آپ قرآن پڑھیں اور دقیق سمجھیں کہ قرآن ہمیں کیا حکم دیتا ہے! کیا فرمان دیتا ہے تو اس کے خدوخال کچھ نہ کچھ آپ پر واضح ہونا شروع ہوجائیں گے۔ یعنی جو کچھ انبیائے کرام نے کیا ہے۔

سیر وسلوک میں پہلی منزل ، بیداری

میں یہ کوئی بڑا دعویٰ نہیں کررہا، اہداف عرض کررہا ہوں کہ یہ ہیں! اب اس میں کتنی توفیق ہوتی ہے وہ اللہ کے اختیار میں ہے لیکن یہ اہداف جو مدِ نظر ہیں وہ وہی ہیں جو انبیائے کرام کا طریقہ کار تھا اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی اُمت سازی کے لئے روش تھی، اُس کو ہم چاہتے ہیں احیاء کریں۔ اُسی روش پر بیداری کا عمل ہو، بیداری عام ہو، ساری چیزیں بیداری سے ہوتی ہیں۔ عرفانی سیر وسلوک میں بھی یقضاء یعنی بیداری پہلا قدم و پہلی منزل ہے اور اجتماعی و سیاسی سیر وسلوک میں بھی یقضاء و بیداری پہلی منزل ہے اور اس کا بیداری سے ہی آغاز ہوتا ہے۔

تحریک کے معنی ومفہوم

ایک معاشرے کا ایک مقصد رکھ کر اُس کی طرف حرکت دینے کو تحریک کہتے ہیں۔

تحریک جمود کا نام نہیں ہے۔ حرکت کے لئے دو چیزیں چاہئیں ۔ ایک تغیر اور

دوسری سرعت۔بعض چیزیں کھڑی چیز کو حرکت میں لانے کے لئے ضروری ہوتی ہیں اور بعض چیزیں اُس حرکت کو تیز کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔گاڑی کے گیئر بھی دو قسم کے ہیں۔ایک گیئر ایسا ہوتا ہے جو کھڑی گاڑی کو چلاتا ہے اور باقی گیئر چلتی گاڑی کو تیز کرتے ہیں۔جو گیئر چلاتا ہے وہ تیز نہیں کرسکتا اور جو تیز کرنے والے گیئر ہیں وہ چلا نہیں سکتے۔یہ حرکت کا قانون ہے۔حرکت کو وجود میں لانے کے لئے کچھ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس حرکت کو تیز کرنے کے لئے کچھ دیگر چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔دوسرے گروہ اور افکار تحریک کو حرکت نہیں دے سکتے بلکہ یہ حرکت کو تیز کرنے میں مدد دیتے ہیں۔اس کو فارسی اصطلاح میں عواملِ شتاب کہتے ہیں۔حرکت کو شتاب یعنی سپیڈ کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے دوسرے فراہم کرتے ہیں۔

تحریک یعنی کسی کو حرکت دینا، اس کے اندر حرکت ایجاد کریں، محرک اس کے اندر ہو، نہ باہر ہو۔یعنی اس کو گھوڑا نہ کھینچے اور نہ ہی پیچھے سے کوئی اس کو دھکا دے اور ٹرین کی طرح بھی نہ ہو کہ بوگیوں کے اندر کسی قسم کا محرک نہیں ہوتا! بس آگے ایک انجن لگا ہوتا ہے، اگر وہ فیل ہوا پوری ٹرین فیل ہے لیکن اگر اُمت بنے اور اُمت میں حرکت آجائے، اگر ایک یونٹ فیل بھی ہو گیا ہے تو دوسرا چلتا رہتا ہے۔اس کے اندر محرک پیدا ہونا چاہئے۔

ہمارا ہدف کیا ہے؟

ہر انسان کے اندر محرک پیدا ہوتا کہ دائیں بائیں حرکت میں رہے۔کس طرف حرکت؟ اپنے ہدف اور مقصد کی طرف! بالآخر ہمارا ہدف کیا ہے؟ پاکستان کے اندر کوئی ہدف ہے یا نہیں؟ مقصود ہے یا نہیں؟ اگر آپ کو قرآن کی توفیق نہ بھی ہو، علامہ اقبالؒ کے

کلام کو جستجو کریں تو بہت واضح طور پر وہ مقصد اُس کے اندر موجود ہے اور اگر امام خمینیؒ کے افکار پڑھیں تو اُس سے بھی زیادہ جلی طور پر امامؒ کے افکار میں وہ ہدف معین و شخص ہے۔ بالآخر اس اُمت کا ایک ہدف ہونا چاہیئے، اس اُمت کو کہیں پہنچنا چاہیئے۔ دن کو رات کرنا اور رات کو دن کرنا تو کوئی زندگی نہیں ہے یا ہمیشہ ہر پانچ سال کے بعد پھر استخارے نکالنا کہ کس کو ووٹ دیں؟ یہ کوئی ہدف نہیں ہے۔ طاغوتی نظام کا حصہ بننا یہ کوئی ہدف نہیں ہے۔ فاسقوں سے اپنے دینی کام نکلوانا یہ کوئی ہدف نہیں ہے۔ ہم کب تک اس طرح سے رہیں گے؟ کیوں دین کے ہاتھ میں سب کی زمام نہ آجائے! کیوں نظامِ دین حاصل نہ ہو، کیوں دین ہمارا امام و راہنما نہ بنے اور دین نے جن کو امامت دی ہے وہی ہماری امامت کریں! ان اہداف کے لئے ہمیں ضرورت ہے کہ قوم کے اندر بیداری آئے، اس تحریک کا مقصد صرف یہی بیداری ہے، کس چیز کی؟ لوگوں کو بس ہدف بتانا، اُن کو حرکت دینا، اُنہیں آگاہ کرنا، ان نسلوں کو آگاہ و متوجہ کرنا اور سب سے بڑھ کر اُس رکاوٹ اور دشمن کو جو اس راہ سے ہٹانے کی کوشش کرے گا اُس سے آگاہ ہونا۔

تحریک بیداریٔ اُمت مصطفیٰ ﷺ تنظیم نہیں

تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ، یعنی اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کو آگاہ کرنا یہ کوئی تنظیم نہیں ہے اور نہ کوئی حزب ہے، اس کا منشور کوئی قیادت و ریاست نہیں ہے، اس میں الیکشن اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے، اس سے کوئی گروہ نہیں بنانا اور نہ کوئی جزیرہ! جیسا کہ سمندر کے اندر چھوٹے چھوٹے جزیرے ہوتے ہیں۔ جزیرے ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہوتے ہیں اور ہر جزیرہ ایک خاص کی ملکیت ہوتا ہے۔ ہم جزیرئی عمل کر رہے ہوتے ہیں، اُمت کے چھوٹے چھوٹے جزیرے بنے ہوئے ہیں۔ ایک گروہ اُدھر، ایک گروہ اِدھر اور ہر ایک

اپنی جگہ جما ہوا وُرکا ہوا ہے۔ جب بیداری آئے گی تو اس کے اندر حرکت بھی آئے گی ۔ بیداری جس سے مقصد واضح ہوگا، راستہ واضح ہوگا، روش سمجھ میں آئے گی، طریقۂ کار سمجھ میں آئے گا، اصول سمجھ میں آئیں گے، اس بیداری کا نتیجہ حرکت ہوگا۔ یہ اُمت اپنے ہدف کی طرف حرکت کرے، جو اُس کے لئے مقرر کیا گیا ہے، جو دین نے مقرر کیا ہے۔ لٰہذا آپ عام تناظر میں دیکھتے ہیں کہ لوگ باتیں کرتے ہیں یہ تحریک بنی ہے، یہ تحریک شروع ہوئی ہے، اب یہ فسق وفساد کریں گے، نئ حزب ہے، نئ تنظیم ہے، نئ قیادت ہے۔ قطعاً یہ نہیں ہے! اور جس دن اس تحریک کے اندر ایسا ہوا یہ اس کا انحراف ہوگا۔ اُس دن سمجھیں اس میں انحراف آ گیا ہے، کجی آ گئی ہے، اس کا راستہ غلط ہو گیا ہے۔ جس دن بیداری کو چھوڑ کر کوئی اور حرکت شروع کردیں، اقتدار یا قیادت کے پیچھے پڑ جائیں، ریاست کے پیچھے پڑ جائیں، حامیوں کے پیچھے پڑ جائیں، مجمع لگانے کے پیچھے پڑ جائیں، یہ انحراف ہوگا۔ اس کا مقصود بیداری و آ گاہی ہے، فقط آگاہ کرنا۔

ویران کھیت کو نم کی ضرورت

ہماری سب سے بڑی کمزوری نا آ گاہی ہے۔ علامہ اقبالؒ جو فرماتے ہیں کہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

وہ نم ہمارا مقصود ہے، ہمارا مقصد اس کھیت پر قبضہ کرنا نہیں ہے۔ اس کھیت کو وہ نم دینا ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ ویران ہے۔ ابھی اس ویران کھیت میں کوئی بیل دوڑا رہا ہے، کوئی گدھے دوڑا رہا ہے، کوئی گھوڑے دوڑا رہا ہے، کوئی کیا دوڑا رہا ہے! ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس ویران کھیت کو وہ نم دیں جو ہمارے بزرگوں نے کہا کہ اس کی کمی ہے۔ ابھی اسی ویران کھیت میں کسی نے اینٹوں کا بھٹہ لگایا ہوا ہے اور اس کی مٹی سے استفادہ کر رہا

ہے۔کوئی اور کام کرر ہا ہے،کوئی اس میں پلاٹنگ کرر ہا ہے،کوئی اس میں کالونیاں بنا رہا ہے لیکن ہمیں اس کھیت کو فقط نم دینی ہے۔

اس ویران کھیت کو جب نم مل جائے پھر اُسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہوتی، پھر وہ خودسبزہ اُگلنا شروع کر دیتا ہے۔ وہ نمِ شعور، نمِ بیداری، اُن پہلوؤں اور اُن مسائل سے آشنائی جو اس اُمت کے لئے ضروری ہیں۔

دشمن شناسی ، کامیابی کا راز

اس بیداری کا سب سے اہم پہلو دشمن کی پہچان ہے۔قرآن مجید کا ایک پہلو دشمن شناسی ہے۔یعنی قرآن نے شریعت سے انبیاء کو بعد میں آشنا کرایا ہے، دشمن سے پہلے آشنا کرایا ہے۔حضرت آدمؑ کو پیدا کیا، چند دن کے لئے اُس ریسٹ ہاؤس میں رکھا،

یَـآدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلاَ مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا

(البقرہ : ۳۵)

آپ یہ کھاؤ پیو، البتہ کہا یہ عارضی ہے! آپ گلہ نہ کریں اپنے اَب وجدہ سے کہ انہوں نے دانہ کیوں کھایا! ہم بھی وہیں ہوتے۔ وہ ریسٹ ہاؤس ہے، اور ریسٹ ہاؤس میں ہمیشہ نہیں رہتے، وہ چند دن کی اقامت تھی اور ویسے بھی ختم ہونی تھی۔ اگر وہ دانہ نہ بھی کھاتے تو بھی ختم ہونی تھی چونکہ

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرہ : ۳۰)

ان کو زمین کے لئے بنایا تھا۔آپ کو زمین پر تو جانا ہے۔لہٰذا کبھی بھی اُن کا شکوہ نہ کریں کہ انہوں نے کیوں دانہ کھایا اور یہاں پر بھیج دیا۔ چونکہ بہت سے شاعروں، ادیبوں اور مصنفین نے یہ شکوہ کیا ہے کہ

من ملک بودم و فردوسِ بریں جایم بود
آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم

کہا کہ میں فرشتہ تھا، عرشِ بریں میری جگہ تھی۔ اس خراب باد میں مجھے آدم لے آیا، ورنہ میں اُدھر کا تھا۔ نہیں! آپ اسی خاک کے تھے، اسی زمین کے لئے تھے۔ دانہ نہیں تو کوئی اور چیز باعث بنتی، بالآخر آپ کو یہیں آنا تھا۔ اُس ریسٹ ہاؤس میں حرام و حلال نہیں تھا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے جو کچھ کیا وہ معصیت نہیں تھی، گناہ نہیں تھا، چونکہ گناہ وہاں ہوتا ہے جہاں شریعت ہو، حلال و حرام ہو۔ ابھی حلال و حرام بنایا ہی نہیں، شریعت اُتاری ہی نہیں ہے، ابھی قلمِ تشریع چلا ہی نہیں ہے، قانون بنا ہی نہیں تو کیسے قانون کی خلاف ورزی ہو سکتی ہے؟ جیسے آپ کوئی جگہ بنائیں، مسجد بنائیں اور مسجد کے لئے ابھی کوئی قانون نہیں بنا اور ایک آدمی اندر داخل ہو! آپ کہیں جی آپ نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ کون سی خلاف ورزی؟ قانون دکھاؤ کہاں ہے؟ وہ تو ابھی نہیں بنایا۔ جو قانون بنا ہی نہیں ہے اُس کی خلاف ورزی کیسے ہو جاتی ہے؟ اس لئے حضرت آدمؑ نے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اُس ریسٹ ہاؤس میں رکھنے کا مقصود کیا تھا؟ مقصود یہ بتانا تھا کہ جہاں آپ جا رہے ہو ساتھ دشمن بھی ہے۔ آپ اکیلے نہیں ہو اور صرف دشمن کا نام نہیں بتانا تھا، مردہ باد امریکہ نہیں کروانا تھا بلکہ آنکھوں سے اُس کی واردات دکھانا مقصود تھا کہ دیکھو یہ کرتا کیسے ہے؟ تمہارے اوپر کیسے حملہ کرتا ہے؟ دشمن کی دشمنی کا تجربہ کرانا مقصود تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو دشمن کی دشمنی کا تجربہ کروایا کہ اس کا طریقۂ واردات سمجھو اور بعد میں جب تک تیری اولاد زمین پر رہے گی تو اسی سے پالا رہے گا اور یہ روز تیرے مزاحم ہوگا، نہ ایک دو دن بلکہ اس سے آخرِ عمر تک جان نہیں چھڑا سکتے۔ پس دشمن کی طرف توجہ بہت

ضروری ہے ورنہ سارے منصوبے فیل ہوجاتے ہیں۔لہٰذا دشمن شناسی کامیابی کا ایک اہم راز ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر جو بار بار وحی اُتاری، وہ دشمنوں سے آگاہی کے لئے ہے کہ اے رسول! یہ مشرکین آپ کے دشمن ہیں، پھر فرمایا یہ یہود آپ کے دشمن ہیں، پھر فرمایا یہ منافقین آپ کے دشمن ہیں۔اُن کی دشمنیوں سے پل پل آگاہ کرتے رہے اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ کامیاب بھی ہوئے ورنہ اگر وہ دشمن کی دشمنی سے آگاہ نہ ہوتے یا غفلت برتتے تو ذرہ سی بھی غفلت سے وہیں سارا کام ختم ہوجاتا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے دشمن سے ذرہ برابر بھی غفلت نہیں برتی۔

دشمن شناسی بہت اہم چیز ہے کہ ایک قوم دشمنی میں مبتلا ہو اور اُس کی طرف سے لاپرواہ ہوجائے۔جیسے اگر کسی کو بیماری لگی ہوئی ہے اور اُس بیماری کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ سارا زور اس پر ہو کہ یہ مجھے خشک روٹی کیوں کھلاتے ہیں بلکہ مجھے پراٹھا کھلاؤ تاکہ میں ٹھیک ہوجاؤں۔اس کے اندر آلو ڈالو تاکہ میں ٹھیک ہوجاؤں، قیمے والا بناؤ تاکہ میں ٹھیک ہوجاؤں۔بھائی یہ مسئلہ پراٹھے کے بس سے نکل چکا ہے۔تُو بیمار ہے، تجھے آفت لگ گئی ہے۔آفت غلے سے ٹھیک نہیں ہوتی۔آپ نے اپنے آپ سے آفت کو دور کرنا ہے۔لہٰذا تُو پہلے اپنا دشمن پہچان اور پھر اس دشمن سے نجات حاصل کر! ہم غافل لوگ ہیں اور بہت ساری چیزوں سے غافل ہیں، از جملہ دشمن سے غافل ہیں۔

ایک دین میں دو متضاد راستے

امام خمینیؒ نے شہید حسینیؒ کی شہادت کی مناسبت سے جو پیغام ملتِ پاکستان کے نام دیا ۔اُس میں خصوصیت کے ساتھ یہ جملہ ہے کہ ابھی بہت ساری ملتوں کو امریکہ کی مکاری اور دشمنی کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔یہ پاکستانی ملت کے نام خط لکھ کر فرماتے ہیں ابھی ملتوں کو

امریکہ کی مکاری کا اندازہ نہیں، یعنی ملتِ پاکستان ابھی اس نکتے کی طرف متوجہ نہیں ہے اوراس نکتے کی طرف توجہ ہونا بہت ضروری ہے۔ایک جملہ امامؒ نے بیداری کے متعلق یہ فرمایا کہ اگر یہ علمی حوزے، علماء اور مبلغین اپنی ذمہ داری درست انجام دیتے ! کیا ذمہ داری؟ کہ ایک ہی دین کے اندر دو متضاد راستے نہیں ہو سکتے تو یہ شہید آج ہمارے پاس زندہ ہوتا۔

یہ امامؒ کا فرمانا تھا کہ یہ علمی حوزوں کا کام تھا کہ لوگوں کو بتائیں کہ دو متضاد راستے کس طرح سے دینی ہو سکتے ہیں؟ جبکہ ہم نے ابھی سب راستے دینی بنائے ہوئے ہیں۔جی وہ فلاں کام کرتا ہے، بہترین دینی کام کررہا ہے۔ وہ بالکل اس کے اُلٹ کرتا ہے، یہ بھی بہترین دینی کام کررہا ہے۔ یہ اِدھر جارہا ہے یہ بھی دینی کام کررہا ہے، وہ اُدھر جارہا ہے وہ بھی دینی کام کررہا ہے۔ یہ شخصیت ایسے ہے یہ بھی دینی ہے، وہ شخصیت ایسے ہے وہ بھی دینی ہے۔اس کا نام بے شعوری ہے۔

کنفیوژن ، بے شعوری کی علامت

آپ نماز پڑھنا چاہتے ہیں، کسی سے پوچھیں بھائی قبلہ کدھر ہے؟ وہ کہے اِدھر ہے۔ آپ اُدھر نماز پڑھ لیں۔ جب نماز پڑھ چکے تو کہے نہیں اِدھر ہے۔ پھر اِدھر بھی ایک نماز پڑھ دیں۔ پھر آپ کو کہے نہیں اِدھر ہے پھر آپ اِدھر بھی ایک نماز پڑھ دیں پھر کہے کہ اِدھر ہے، اِدھر بھی ایک نماز پڑھ دیں۔ پھر آپ خوش ہوں کہ میں نے ماشاءاللہ آج کتنی عبادت کی۔ چاروں طرف نمازیں پڑھیں۔اس کو کہتے ہیں بے شعوری۔ جب انسان کو ہر طرف قبلہ نظر آنا شروع ہوجائے، ہر طرف قبلہ ہی قبلہ ہو یہ بے شعوری ہے۔ یہ المیہ ہے، اس پر ہمیں رونا چاہئے کہ مجھے کیوں ہر چیز صحیح نظر آتی ہے اوراسی طرح دوسری طرف بھی ہے کہ

مجھے ہر چیز کیوں غلط نظر آتی ہے؟ دونوں غلط ہیں، صحیح صحیح نظر آئے، اورغلط غلط نظر آئے۔ایک دعا قرآن نے رسول اللہ ﷺ کو بتائی کہ اے رسول! آپ ہمیشہ اس طرح سے دعامانگاکریں!

رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا (طٰهٰ : ۱۱۴)

اے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما!

ایک دعارسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خود مانگی

رب ارنی الحق کما ھو عندک (الکافی ج: ۷ ص: ۴۱۴)

خدایا! حقائق اسی طرح سے دکھا جس طرح ہیں۔

یہ نہ ہو کہ حقیقت کچھ ہو اور مجھے نظر کچھ اور آئے، لوگ غلط ہوں اور مجھے ٹھیک نظر آئیں یا لوگ ٹھیک ہوں جبکہ مجھے غلط نظر آئیں۔ابھی کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو سارے علماء غلط نظر آتے ہیں۔وہ کہتے بھی ہیں کہ اصلاً جنسِ عالم سارے غلط ہیں۔آپ بھی ملے ہوں گے، پاکستان میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے۔کیا ایسے ہوسکتا ہے؟ ناممکن ہے کہ سارے علماء غلط ہوں! جس طرح کہ سارے علماء ٹھیک ہیں یہ کہنا بھی غلط ہے۔ٹھیک بھی ہیں اور غلط بھی ہیں۔امام خمینیؒ یہی فرماتے تھے علماء دوطرح کے ہیں۔علمائے متعہد، شہید حسینیؒ جیسے علماء اور علمائے درباری، علمائے سرکاری، مقدس مآب، یہ امام خمینیؒ کے دیئے ہوئے الفاظ ہیں۔شعور کس چیز کا نام ہے؟ شعور یہ کہ ہمیں صاف پتہ چلے کہ زہر کیا ہے اور تِریاق کیا ہے؟ نجات کس میں ہے، ہلاکت کس میں ہے۔ابھی کنفیوژن ہے۔کنفیوژن کا مطلب یہ ہے کہ ہم بیدار نہیں ہیں۔کنفیوژن کیا ہوتی ہے کہ سمجھ نہیں آتی۔تحریکِ بیداری کا ہدف یہی ہے کہ کنفیوژن سے نکلنا و نکالنا۔

کنفیوژن دور کریں، اب درست راہ سمجھ میں آجانا چاہیئے۔تین دہائیاں گزر چکی ہیں

انقلابِ اسلامی کو آئے ہوئے ابھی تک پاکستانی قوم کنفیوز ہے۔ تحریک بیداری کوئی سیاسی تحریک نہیں ہے۔ سیاسی یعنی جسے پاکستان میں رائج سیاسی عمل کہتے ہیں۔ پاکستانی اصطلاح کے مطابق سیاسی تحریک نہیں ہے لیکن دینی اصطلاح میں سیاسی ہے، امام خمینیؒ فرماتے ہیں دین عینِ سیاست ہے۔ یہ تحریک بیداری دینی بیداری کا نام ہے، دینی آگاہی کا نام ہے۔ دینی شعور کا نام ہے۔ اس شعور کو عام کرنا، اس بیداری کو عام کرنا، ہمارا مقصد جگانا ہے۔ تاکہ دشمن، دشمن کی چالیں، دشمن کی واردات، دشمن کے حربے سمجھ میں آئیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں کیا کرنا چاہیئے، یہ مقصود ہے۔

منصوبوں کا مقابلہ منصوبوں سے

آپ کو منصوبے کے تحت مارا جا رہا ہے، جذبات کے تحت نہیں مارا جا رہا۔ منصوبے کے تحت آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی ہو رہی ہے، نہ کہ جذبات میں ہو رہی ہے اور کبھی بھی منصوبوں کا مقابلہ جذبات سے نہیں کیا جا سکتا۔ منصوبوں کا مقابلہ منصوبوں سے کیا جاتا ہے۔ خطرناک منصوبوں کا مقابلہ صحیح منصوبوں سے کیا جا سکتا ہے۔ علامہؒ کا فرمان ہے کہ:

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

آسمان یعنی بڑی سیاسی طاقتیں، سیاست کے جو آسمان ہیں، تیری بربادیوں کے منصوبے وہاں بن رہے ہیں۔

انہوں نے ملالہ والا ایک بھونڈا ڈرامہ رچایا اور اُس سے کچھ کرنا چاہتے تھے لیکن معلوم نہیں اب کیوں پیچھے رہ گئے؟ ان کے دو تین ہدف تھے، ایک وزیرستان کا آپریشن تھا، ایک

حرمتِ رسول اللہ ﷺ کے ایشو کو دبانا تھا، ملالہ کا ایشو چلا کر اس سلسلے میں تو کامیاب ہو گئے ہیں، حرمتِ رسول اللہ ﷺ کا ایشو فراموش کروا دیا۔ اس سلسلے میں میڈیا و حکومت کامیاب ہو گئے اور ہم بھول گئے اور ملالہ ترقی کی علامت بن گئی ہے۔ لیکن اس حادثے سے جو وہ چاہتے تھے وہ ہدف پورا نہیں ہوا۔ اس لئے منتظر رہیں کہ کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہے، سوچ رہے ہیں کہ اُس کے بعد وہ کام کر دیں جس کے لئے انہوں نے تیاری کی ہوئی ہے۔ اُس کام کے لئے پر تول رہے ہیں اور اس کے لئے بڑے حادثے کی ضرورت ہے، یہ کافی نہیں ہے۔ آپ نے وزیر داخلہ کے بیانات پڑھے ہوں گے کہ ملالہ کو ایشو بنا کر وزیرستان پر اٹیک نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی یہ کہ ملالہ سے بڑی خالہ، ملالہ کی خالہ پر بھی اٹیک کیا جائے، کوئی بڑا کام کیا جائے پھر ایشو بنے گا۔ بڑے کام کے لئے یہ ہمیشہ سب سے آسان اور سستا راستہ ڈھونڈتے ہیں اور وہ ہے شیعہ۔ آپ شیطان سے کبھی بھی خیر کی توقع نہ رکھیں، ہوشیار و بیدار رہیں۔ جس قوم کے دشمن موجود ہوں وہ کیوں سو جاتی ہے یا کیوں غافل ہو جاتی ہے؟ ہمیں غافل ہونے کا حق نہیں ہے، ہمیں سو جانے کا حق نہیں ہے۔

بے جا شکوک و شبہات کے نقصانات

اِس اُمت کو جو نشے پلا دیئے گئے ہیں وہ اتنی آسانی سے اُترنے والے نہیں ہیں۔

ناراض ہو یا تُو مجھے گالی ہزار دے
یہاں وہ نشے نہیں جنہیں تُرشی اُتار دے

اس قوم کے نشے اتنی آسانی سے اُترنے والے نہیں ہیں۔ کیا کیا نشے اس کو پلائے گئے ہیں؟ مست کیا گیا ہے۔ اس غفلت سے نکلنا، اس نشے کی حالت سے نکلنا بہت دشوار کام ہے لیکن یہ دشوار کام کرنا ہے۔ اس دشوار کام کے بغیر راہِ حل کوئی اور نہیں ہے۔ علامہ

اقبالؒ کا ہی ایک اور شعر ہے کہ

پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو جو مشکل ہے

تو اِس مشکل کو آساں کر کے چھوڑوں گا

اگر ان بکھرے دانوں کو تسبیح میں پرونا مشکل ہے، علامہؒ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ ہے بہت دشوار کام ہے، تسبیح جب ٹوٹتی ہے تو دانے بکھر جاتے ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ارادہ کرلیا ہے کہ ان بکھرے دانوں کو اگرچہ پرونا دشوار ہے لیکن یہ مشکل آسان کر کے چھوڑوں گا۔

پاکستان کی فضا آلودہ ہے۔ ماحول بہت آلودہ ہے، ہر کام کو شک و شبے کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حالانکہ لوگ یہ شک کرنے میں حق بجانب ہیں چونکہ اُن کے ساتھ اتنا غلط ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔ چھاچھ یعنی لسی۔ گرم دودھ کا جلا ہوا پھر لسی بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے کہ کہیں گرم نہ ہو اور ابھی دقیقاً یہی حالت ہے پاکستانی قوم کی کہ ابھی جب اس کو لسی پلا رہے ہیں البتہ لسی بھی نشہ آور ہے۔ یہ صرف ایک تشبیہ کے لئے ہے، نشے کے لئے نہیں کہہ رہا۔ یہ ٹھنڈی چیز جب پلا رہے ہیں تو اس کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے اور یہ احتیاط بھی ٹھیک ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ یہ شک و شبہ و تردید ہمیں عمل سے بہت دور لے جائے اور ان شکوک میں ہی ساری زندگی گزار کر آخر میں خدا کی بارگاہ میں چلے جائیں اور پروردگار پوچھے کہ کیا کیا تھا؟ وہ کہیں صرف شک کیا ہے۔

بالآخر شک و تردید کا ایک وقت ہوتا ہے اس کے بعد تردید سے باہر آجانا ہے۔ کنفیوژن کا ایک ٹائم ہوتا ہے۔ مثلاً آپ مارکیٹ میں جاتے ہیں آپ کو شک ہوتا ہے یہ چیز اصلی، جینوئن ہے یا نہیں ہے تو تھوڑا سا ٹائم چاہیئے، یہ شک رہے، یہ شک مفید شک ہے لیکن

جب آپ پرکھ لیتے ہیں، جان لیتے ہیں، ٹیسٹ کر لیتے ہیں تو پھر اس کے بعد یہ شک ختم ہو جانا چاہیئے۔ مثلاً شادی کرنے سے پہلے شک کرتے ہیں کہ جہاں شادی ہو رہی ہے یہ مناسب جگہ ہے یا نہیں ہے، قابلِ اعتماد ہے یا نہیں ہے، لیکن جب شادی ہو جاتی ہے تو پھر شک چھوڑ دو۔ ورنہ اگر اس کے بعد بھی شک کیا تو مسائل پیدا ہو جائیں گے کہ عموماً یہی ہوتا ہے۔ جب شادی ہو جاتی ہے پھر ایک دوسرے پر شک کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً شادی ہو جاتی ہے تو لڑکی کہتی ہے کہ یہ تیری کزن نے فون کیوں کیا، مبارک کیوں دی؟ اُس نے ایس ایم ایس کیوں کیا؟ وہ گھر میں کیوں آئی؟ پہلے سے رشتے دار ہے، تیرے آنے سے پہلے وہی آتی جاتی تھی۔ تو ابھی نئی آئی ہے، وہ تو پہلے سے آتی جاتی تھی۔ اگر اس کی طرف اس کی نگاہ ہوتی تو وہ تیرے ساتھ کیوں شادی کرتا؟ پس یقین جان لیں کہ وہ مسئلہ نہیں ہے۔ دلوں کو صاف کریں۔ ایک دوسرے کے بارے میں میاں بیوی، بھائی، عزیز، رشتہ دار، دوست، مومنین، یہ گمانِ فاسد ذہنوں سے نکالیں۔ ہمارے ذہن، ہمارے دل گمانوں کی آماجگاہ بن گئے ہیں۔

تحریک بیداری اُمت مصطفیٰ ﷺ کی غلط تفسیر

یہ تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کیا ہے؟ جس سے پوچھو ایک نئی تفسیر کر کے بتائے گا یہ آپ کو نہیں پتہ، مجھے پتہ ہے یہ کیا ہے؟ میں بتاتا ہوں۔ آپ تھے جب بن رہی تھی؟ نہیں میں وہاں نہیں تھا۔ اس کے کسی پروگرام میں گئے؟ نہیں پروگرام میں نہیں گیا ہوں۔ کوئی تقریر سنی ہے؟ نہیں وہ بھی نہیں سُنی۔ کسی بندے سے پوچھا ہے؟ نہیں وہ بھی نہیں پوچھا۔ پھر آپ کو کیسے پتہ ہے؟ الہام ہوتا ہے؟

وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِہِمْ (الانعام : ۱۲۱)

شیطان بھی اپنے دوستوں کے اوپر وحی کرتے ہیں۔
شیطان اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں۔
شکوک وشبہات ڈالتے ہیں۔
مولانا رومؒ کے بقول کہ

ھر کسی از ظنِ خود شد یارِ من
از درونِ من نجست اسرارِ من

ہر ایک اپنے گمان سے میرے بارے میں قیاس آرائیاں کررہا ہے۔ میرے اندر جھانک کر نہیں دیکھا کہ حقیقت کیا ہے؟

ایسے بیمار لوگ ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بیمار آدمی ہے، آپ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں، وہ ذہن میں یہ سوچتا ہے کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد یہ مجھے گالی دے گا۔ پھر یہ سوچتا ہے کہ اس نے مجھے گالی دی ہے۔ پھر وہ آکر اُس کے گلے پڑ جاتا ہے کہ تُو نے مجھے گالی کیوں دی؟ آپ کہتے ہیں کہ میں نے گالی نہیں دی میں تو چپ کر کے بیٹھا ہوں۔ نہیں! مجھے پتہ ہے تُو نے گالی دی ہے۔ اس کو کہاں سے پتہ ہے؟ اپنے توّہم میں پتہ ہے۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہ کچھ نشئیوں نے مل کر کاروبار کی سوچی کہ ہم کاروبار کریں، تاکہ اپنا نشہ تو پورا ہو۔ انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ کیا کاروبار کریں؟ تو کسی نے کہا کہ تجارت کرتے ہیں، کسی نے کہا انڈسٹری لگاتے ہیں، کسی نے کہا فلاں کرتے ہیں، آخر کار طے پایا کہ شوگر مل لگاتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہوگیا۔ پھر یہ سوال اُٹھا کہ شوگر مل جو لگائیں گے تو اس کے لئے تو گنے کی ضرورت ہے تو گنا کہاں سے لائیں گے؟ کہا یہ جو گنا کاشت ہوا ہوا ہے یہ خریدیں گے۔ ایک نے کہا یہ تو دوسری ملوں کو دیتے ہیں ہمیں نہیں دیں گے، تو بہتر ہے ہم اپنا گنا خود کاشت کریں۔ اس پر بھی اتفاق ہوگیا کہ اپنا گنا کاشت کرنا ہے۔ جب اتفاق

ہوگیا تو ایک نے کہا کہ کاشت کہاں کریں گے، زمین نہیں ہے؟ پھر اس پر غور وفکر شروع کیا تو آخر انہوں نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی تو سامنے والی زمین نظر آئی، کہا اس کو خریدتے ہیں اور اس پر گنا کاشت کرتے ہیں۔ اس پر بھی اتفاق ہوگیا تو پھر مسائل اُٹھنا شروع ہوگئے۔ کہا کہ جب ہم اس پر گنا کاشت کریں گے تو یہ ساتھ والے گاؤں کے لڑکے آئیں گے، یہ آکر گنا توڑ کر کھائیں گے۔ تو گنا تو سارا یہ کھا جائیں گے۔ تو پہلے اس کی کوئی تدبیر کی جائے، پہلے قدم پر اس گاؤں پر حملہ کرتے ہیں لہٰذا ڈنڈے لے کر اُٹھے اور جا کر اُس گاؤں پر حملہ کردیا۔ لوگ پوچھتے تھے کیوں مارتے ہو؟ یہ مارتے بھی تھے اور ساتھ کہتے تھے ''ہور چوپو''، ''ہور چوپو''۔ ہاں، اور چوسو تم گنا۔ اس وقت نشئیوں والی ذہنیت ہے کہ یہ کام ہو رہا ہے، اس سے یہ ہوگا، اس سے آگے یہ ہوگا، اس سے فلاں ہوگا، اس سے فلاں ہوگا، پس حملہ کرو۔ تحریکِ بیداری اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کرو۔ اس کو یہیں ختم کرو۔ بھائی ایسے نہیں ہے۔

عرض کیا ہے کہ تحریکِ بیداری اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف تحریکِ بیداری ہے۔ بیداری یعنی آگاہی وشعور دینا اور یوں نہیں کہ یہ تحریک آج شروع ہوئی ہے۔ اگر آپ غور کریں، تحریکِ بیداری تو مدت سے جاری تھی۔ بیداری وشعور ہی کا کام ہو رہا تھا۔

شہید مرتضیٰ مطہریؒ کا تحریک بیداری میں کردار

شہید مطہریؒ نے اپنی کتاب کے اندر اپنا عہد لکھا ہے۔ فرماتے ہیں میں جب طالب علم بنا، مشہد میں گیا اور طالب علمی کی حد تک تھوڑا سا دین پڑھا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ حقیقی دین اور یہ جو معاشرے کے اندر رائج دین ہے اس میں بہت فرق ہے۔ یہ مسخ شدہ دین ہے اور دین کے منابع کے اندر بہت پاکیزہ ونورانی دین ہے۔ اب کیا کروں؟ شہید مطہریؒ

فرماتے ہیں اُسی وقت میں نے اپنے خدا سے عہد کیا کہ میں اپنی زبان اور اپنی قلم سے کوئی ایسی بات نہ کہوں گا، نہ لکھوں گا جس سے ان دینداروں کی کوئی مشکل حل نہ ہوتی ہو۔صرف بات برائے بات نہیں کروں گا، مکھی پر مکھی نہیں ماروں گا۔صرف وہی بات لکھوں گا جس سے ان کی کوئی مشکل، کوئی اُلجھن حل ہوتی ہو اور اس کے بعد آپ دیکھیں شہید مطہریؒ نے جو کچھ کیا، ایک ایک سطر سے امت کی ہزار ہزار مشکلیں حل ہوتی ہیں۔شہید مطہریؒ نے تحریکِ بیداری شروع کی، تحریکِ بیداری نے اثر کیا، لوگ بیدار ہوئے۔آخر کار رہبر آئے اور بیدار اُمت کے رہبر نے کام بھی کیا۔ ورنہ امام خمینیؒ امام علی علیہ السلام سے بڑے امام نہیں تھے۔ امام علی علیہ السلام معصوم امام ہیں۔امام خمینیؒ امام علی علیہ السلام کے ایک ادنیٰ شاگرد ہیں۔امام علی علیہ السلام جیسی شخصیت نے اُمت کو کتنا اُٹھایا، کتنی حرکت دی لیکن کچھ بھی نہیں ہوا۔کیوں نہیں ہوا؟ جاگنا نہیں چاہتے تھے۔بیدار نہیں ہونا چاہتے تھے۔

مشکل کشاء کی مشکل

مشکل کشاءؑ کی ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ ایک بے شعور اُمت سے پالا پڑ گیا۔ایسی بے شعور ملت سے امیر المومنین علیہ السلام کا پالا پڑا۔جیسے جنگِ جمل میں اونٹ کی لِید، وہ جملِ عسکر جو اُدھر اُن کا بنایا ہوا سمبل تھا۔اصل مرکز اُن کا اونٹ تھا۔جنگ میں وہ شکست نہیں کھا رہے تھے۔کٹ مرتے تھے لیکن تسلیم نہیں ہوتے تھے۔امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جب تک یہ اونٹ زندہ ہے یہ قوم تسلیم نہیں ہوگی۔پھر امام مجتبیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ جاؤ اس اونٹ کا قلع قمع کرو تا کہ یہ اُمت ہتھیار ڈالے اور ایسا ہی ہوا۔جونہی اونٹ کی ٹانگیں کاٹیں تو وہ تسلیم ہو گئے، رونے لگے، اونٹ پر رونے لگے۔اپنے لوگ جو مر گئے اُن پر نہیں روئے، اونٹ پر رونے لگے۔پھر حضرتؑ نے اُن کو خطبہ دیا!

كنتم جند المرأةو اتباع البهيمة

(بحار الانوار ج: ۳۲ ص: ۲۴۵)

تم عورت کے سپاہی اور جانور کے پیروکار رہو۔

اُس اونٹ کی لِید کو اُٹھا کر اس کو تبرک کے طور پر جیبوں میں رکھتے تھے اور سونگھتے تھے اور ایک دوسرے کو سونگھاتے تھے اور جب اُن سے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو کہہ رہے تھے اس میں سے عود اور عنبر کی خوشبو آتی ہے۔عود وعنبر دو بڑی خالص خوشبوئیں ہیں۔تو جس قوم کو اونٹ کی لِید سے عود وعنبر کی خوشبو آتی ہو، امام علی علیہ السلام اس قوم کے ساتھ کیا کریں۔

شامی و خوارج کی بے شعوری

امیر شام نے امیر المومنین علیہ السلام کے قاصد کو دربار میں کھڑا کیا اور کہا یہ منظر دیکھو پھر جا کر علی علیہ السلام کو بتانا۔وہ منظر کیا تھا؟ اونٹنی کا جھگڑا تھا۔ایک شامی نے کہا کہ اس کوفی نے میرا اونٹ چرا لیا ہے۔اونٹ کوفی کا تھا، اُس نے کہا کہ یہ میرا ہے۔امیر دربار نے فیصلہ کیا کہ یہ اس شامی کا ہے۔تو کوفی نے کہا کہ اس سے یہ پوچھو کہ اس کا جو مال تھا وہ مونث تھا یا مذکر تھا؟ اس شامی نے کہا کہ وہ مذکر تھا۔تو کوفی نے کہا کہ یہ تو مونث ہے۔اس کا مذکر اونٹ گم ہوا ہے اور یہ سامنے مونث اونٹنی کھڑی ہوئی ہے۔پھر تم نے یہ کیسا فیصلہ کیا؟ تو امیر شام نے اُن درباریوں سے پوچھا کہ آپ بتاؤ یہ جو سامنے حیوان ہے یہ مذکر ہے یا مونث ہے؟ سب نے کہا مذکر ہے اور اُس وقت امیر شام نے یہ جملہ کہا کہ دیکھ لیا یہ منظر، اب جاؤ علی علیہ السلام کو بتاؤ کہ یہ قوم تیار کر کے رکھی ہے آپ کے مقابلے کے لئے جس کو مذکر و مونث میں بھی تمیز نہیں ہے۔

اسی کی بالکل دوسری کاپی، ہو بہو اس کی فوٹو سٹیٹ امیر المومنین علیہ السلام کی فوج میں تھی

جیسے خوارج۔ بالکل ہو بہو یہی چیزیں، بے شعور، نافہم، بالکل کنفیوژ۔ کنفیوژن کوئی فضیلت نہیں ہے جو ہم نے بنا رکھی ہے کہ ہمیں تو کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا، ہمیں تو کچھ پتہ ہی نہیں چل رہا۔ اُس وقت بھی لوگ کہتے تھے کہ ہمیں تو سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ حق پر ہیں یا وہ حق پر ہیں، کون حق پر ہے؟ یہ کوئی فضیلت ہے؟ کیوں سمجھ میں نہیں آ رہا؟ دنیا میں ہر چیز صحیح سمجھ میں آتی ہے، گاہک دوکان پر ٹھیک سمجھ میں آتا ہے، سودا و معاملہ ٹھیک سمجھ میں آتا ہے، دنیاوی نفع نقصان ٹھیک سمجھ میں آتا ہے۔ جب دین کی بات آتی ہے۔ کیوں کنفیوژ ہو گئے ہیں؟

امریکہ، اُمت کا اصلی دشمن

کنفیوژن سے نکلنے کے لئے بیداری کی ضرورت ہے لہٰذا بیداری کا عمل پہلے سے شروع تھا۔ وہی عمل، اب اس میں ایک چیز کا اضافہ یہ ہوا ہے کہ دشمن نے یہ جو ناپاک حرکت کی ہے اور اُس نے ریڈ لائن کراس کی ہے تو اس کی طرف امت کی توجہ دلانا کہ اُمت کا اصلی دشمن کون ہے اور کیا کر رہا ہے؟ ہر شعبے میں کیا کر رہا ہے؟ یہ کام آگے بڑھے گا انشاء اللہ، یہ آپ لوگوں کا کام ہے، آپ صرف اس طرح سے منتظر نہ رہیں کہ ہمیں تھوڑے تھوڑے عرصے بعد کوئی نہ کوئی ہینڈ بل، کوئی پمفلٹ ملتا رہے گا اور ہمارا کام صرف پڑھنا ہے۔ آپ تعلیم یافتہ لوگ ٹیکنالوجی سے آشنا ہیں اور باقی حضرات جو صاحبِ توفیق ہیں۔ آپ کا کام ہے، میں بلا تکلف کہہ رہا ہوں اس کو آگے بڑھانا آپ کا کام ہے کہ آپ ہر شعبے میں لوگوں کی آگاہی کے لئے کہ یہ دشمن مختلف پہلوؤں سے کیا کر رہا ہے، جیسے پاکستان میں یہ کیا کر رہا ہے؟ باقی اسلامی دنیا میں یہ دشمن کیا کر رہا ہے؟ اس کے ناپاک عزائم کیا کیا ہیں؟ ہر موضوع پر ایک کتاب ہونی چاہیئے۔ مثلاً پاکستان کی معیشت میں امریکہ کیا کر رہا ہے؟ پاکستان کی تعلیم میں امریکہ کیا کر رہا ہے؟ پاکستان کی تہذیب پر امریکہ کیسے اثر انداز ہو رہا ہے؟

پاکستان کی سیاست میں اس کا کیا رول ہے؟ آپ لوگ مضامین لکھیں، تحقیق کریں، ریسرچ کریں، مستند بات کریں۔ پروپیگنڈا نہیں کرنا۔

ہر الیکشن میں آپ نے تحریک چلانی ہے، لوگوں کو بیداری یہ دینی ہے کہ کسی امریکہ نواز اُمیدوار کو خواہ کسی بھی جماعت کا ہو وہ شیعہ ہو یا سنی ہو یا کوئی بھی ہو، کسی امریکہ نواز کو ووٹ نہ دیں، اُسے ووٹ دینا حرام ہے۔ پاکستان میں غیر امریکہ نواز ڈھونڈنا بھی اتنا آسان نہیں ہے۔

اب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

ایسے کہاں سے لائیں جن کو ووٹ دیں جو امریکہ نواز نہ ہوں یہی تو بیداری ہے، لوگوں کو بتائیں کہ کس جماعت نے امریکہ سے کیا کھایا ہوا ہے؟ کس اُمیدوار نے امریکہ سے کیا کھایا ہوا ہے؟ کس کس کی اولادیں امریکہ میں ہیں؟ کس کے اکاؤنٹ امریکہ میں ہیں؟ کس کا امریکی ایمبیسی میں رابطہ ہے؟ کس نے کیا کیا معاہدہ کیا ہوا ہے؟ یہ آپ لوگوں کا کام ہے، یہ آگاہی دو لوگوں کو کہ یہ قابلِ اعتماد لوگ نہیں ہیں، خائن ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں کے ہمنواء ہیں، یہ آگاہی دینا آپ کا کام ہے۔ آپ میں یونیورسٹی کے اساتید ہیں، سٹوڈنٹس ہیں، آپ میں بہت اچھے اچھے باصلاحیت لوگ ہیں، اچھی اپروچ (Approach) والے لوگ ہیں۔ ہمت کریں، آگاہی کے لئے کسی کے منتظر نہ رہیں، صورِ اسرافیل سے صرف قیامت برپا ہوگی۔ باقی سارے کام معمول کے طریقے سے ہونے ہیں۔ اگر قیامت کے منتظر بیٹھے ہو تو پھر صورِ اسرافیل سے ہی بیدار ہوں گے لہٰذا صورِ اسرافیل سے پہلے بیدار ہوں۔ آگاہی فائدہ مند ہے، آپ نے ایک دوسرے کو آگاہ کرنا ہے۔

ماہ محرم و صفر بیداری کیلئے بھترین فرصت

یہ فریضہ ہے کہ ہم مناسب موقعوں اور فرصتوں سے فائدہ اُٹھائیں اور اس آگاہی کو عام کریں۔ بہترین فرصت ایامِ عزاء ہیں، محرم وصفر ہیں، محرم وصفر میں تمام پاکستان میں لاکھوں مجالس ہوں گی انشاء اللہ اور خداوند سب کو امن وامان وخیر وعافیت سے برگزار کرنے کی توفیق دے انشاء اللہ۔ بہترین فرصت ہے یہ فرصتِ عزاء۔ اس سال کے ایامِ عزاء محرم و صفر، یہ دفاعِ ناموسِ رسالت کے نام منسوب ہوں۔ آپ کی کوئی بھی حیثیت ہے، ممکن ہے آپ خطیبِ مجلس نہ ہوں، ممکن ہے آپ بانی بھی نہ ہوں، ممکن ہے آپ صرف اُس مجلس کے سامع ہوں تو بھی آپ بہت اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔ اگر آپ میں سے دو دو آدمی مل کر ایک ایک بینر، ایک پینافلیکس، ایک پوسٹر بنالیں، اگر ایک کے پیسے کافی نہیں ہیں تو دو مل کر یہ کام کریں۔ اپنی تنخواہ کا ایک حصہ ڈالیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے مجالسِ عزاء میں آپ مومنین تبرک پکاتے ہیں، ذاکرین کو دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، امام حسین علیہ السلام کی نذر ہے نیاز ہے اور اُس میں خرچ کرتے ہیں۔ مجالس کا ماحول بنائیں۔ خطیبوں کو مائل کریں کہ وہ اس موضوع کو حتماً اپنی گفتگو میں لائیں اگر مستقل موضوع بنا کر تقریریں کریں سب سے بہتر ہے، نہیں تو کم از کم اس موضوع کو ٹچ ضرور دیں اور بانیان مجلس سے خواہش کریں، شرکائے مجلس سے خواہش کریں۔

آپ میں سے فرض کریں ایک ایسی مجلس جس میں خطیب نہیں بولتا، چونکہ اُن کے پاس بھی رٹے رٹائے مضامین ہوتے ہیں۔ بعض کے لئے اُس سے ہٹ کر بولنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر نہیں بولتا آپ تیاری کر کے جائیں، آپ روز تیاری کر کے دس منٹ مجلس سے پہلے یا مجلس کے بعد البتہ بانیٔ مجلس سے اجازت لے کر اور ہم آہنگ کر کے خود پڑھیں۔ مجلس میں ماحول خراب نہ ہو۔ آپ خود بولیں اس موضوع کے اوپر یا روز ایک ہینڈ بل تقسیم

کردیں۔اگرفرض کریں ایک ایک مومن ایک ایک دن کا میسج اپنے ذمے لے لے کہ آج کا دس ہزار میں نے چھپوانا ہے، دو محرم کا دس ہزار کسی دوسرے نے چھپوانا ہے، تین محرم کا دس ہزار کسی تیسرے نے چھپوانا ہے، اسی طرح دس دن چھاپیں، عاشور کے دن جہاں جہاں مجلس عزاء وجلوس ہیں اگر ایک ہینڈ بل ہی لکھ کر ساری اُمت کے اندر تقسیم کردیں تو یہ بھی ایک بڑا کام ہے۔

مقصود بیداری ہے، یہ تنظیم یا حزب نہیں ہے۔ جو آدمی جہاں بھی لوگوں کو اس ایشو پر آگاہ کرر ہا ہے وہ سمجھیں یہی تحریکِ بیداری ہی آگے بڑھا رہا ہے اگرچہ اُس کا ہم سے کوئی رابطہ بھی نہ ہو۔ ہمارے لئے کام نہ کریں۔جس نے بھی تحریکِ بیداری میں کوئی کام کیا، ہمارے لئے نہیں کیا ہے، خدا کی خاطر کریں۔ خدا سے اس کا اجر لیں دوسروں کو قانع کریں اور مائل کریں، یہ کام بڑی آسانی سے ہوسکتا ہے۔

تحریک بیداری اہلسنت سے ہم آہنگی کا مؤثر ذریعہ

ربیع الاول میں انشاء اللہ عظیم و باشکوہ پروگرام کریں، اہلِ سنت کے ساتھ ملیں۔ اہلِ سنت کے اندر شیعہ کے بارے میں بہت غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں جو آپ کو پتہ ہیں۔کتنی غلط فہمیاں دشمن نے اُن کے ذہنوں میں پھیلائی ہیں۔اُن غلط فہمیوں کو ہم ایک ایک سُنی کو پکڑ کر کبھی بھی دور نہیں کرسکتے۔کیا طریقہ ہے اُن غلط فہمیوں کو دور کرنے کا؟ یہ تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب سے موثر طریقہ ہے اُن تمام غلاظتوں پر پانی پھیر دیں جو اُن غلط لوگوں نے، منافقین نے پھیلائی ہیں اور اُن کے ذہنوں کو شیعوں کے بارے میں آلودہ کیا ہوا ہے۔کس طرح سے؟ جب سارے چپ کر کے

بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ محرم میں، ایامِ عزاء میں، جلسے جلوس میں اور ریلیوں میں بھرپور طریقے سے حرمتِ رسول اللہ ﷺ کا دفاع و پاسداری کررہے ہیں تو کس سُنی کے پاس جواز رہ جاتا ہے شیعہ کو متاہم کرے۔کسی کے پاس بھی جواز نہیں رہ جاتا۔خدا شاہد ہے سو لشکر بنا کر بھی تشیع کا اتنا دفاع نہیں کیا جاسکتا جتنا اس تحریک کے ذریعے سے کیا جاسکتا ہے اور یہ تجربہ شدہ بات ہے۔ ہم نے دیکھا جو اہلِ سنت کو ہاٹ پروگرام میں آئے، وہ زار زار گریہ کرکے روئے کہ آپ کا یہ تفکر ہے اور ہم آپ کے بارے میں اتنی غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ہمیں کچھ اور بتایا گیا تھا۔ہمیں یہ کہا گیا کہ یہ گستاخ ہیں، یہ فلاں ہیں، یہ فلاں ہیں۔ یہ جو رسول اللہ ﷺ کے نام پر مرمٹنے کے لئے تیار ہیں، جب سب رسول اللہ ﷺ کو بھول گئے ہیں، یہ اُمت نہیں بھولی۔ہم نے اُنہیں عرض بھی کیا ہے کہ عزاداری رسم نہیں ہے، عزاداری گستاخ یزیدیوں کا تعاقب ہے چودہ سو سال سے ہو رہا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہم سے پوچھیں کہ کیوں عزاداری کرتے ہیں؟ کیوں روڈ پر آتے ہو؟ کیوں سڑک پر آتے ہو؟ ہم بتائیں اُن کو کیوں آتے ہیں؟ ہم نہ صرف مردہ یزید کا تعاقب کررہے ہیں بلکہ زندہ یزیدوں کا تعاقب بھی کررہے ہیں۔

تشیع مکتبِ امامت

تشیع امامت کا مکتب ہے۔امامت کا مکتب یہ نہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ اس مذہب میں بارہ امام ہیں۔امامت کا صرف یہی معنی نہیں ہے۔امامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اُمت اسلامیہ کی امامت مکتبِ تشیع کے سپرد کی ہے تاکہ پوری دنیائے اسلام کی امامت تشیع کرے۔ بیداری کا پرچم تشیع اُٹھائے، آگاہی کا پرچم تشیع اُٹھائے، حرکت کا پرچم تشیع اُٹھائے، دفاع کا پرچم تشیع اُٹھائے، ہماری نالائقی ہے کہ وہ پرچم جو ہمارے امام نے اُٹھایا

تاہم اُسے نہیں سنبھال سکے اور میڈیا کے جعلی لیڈروں نے آ کر وہ سنبھال لیا۔ آپ کا پرچم ہے، آپ اس پرچم کے وارث ہیں۔ یہ پرچم جو آج عزاداری کے اندر رسم بن گیا ہے، یہ پرچمِ حضرتِ عباسؑ ہے اس پرچم کے وارث آپ ہیں، اس پرچم کا حق ادا کریں، اس پرچم کا بھرم ہے۔ یہ پرچمِ بیداری ہے، یہ پرچم کوئی پیغام دیتا ہے، یہ پرچم کسی کے تعاقب میں جارہا ہے۔ جب تک عزاداری جاری ہے کسی بھی زمانے کا کوئی یزید محفوظ نہیں ہے۔ اس عزاداری کو بامقصد و بامعنی کریں۔ میں اس لئے بہت سارے لوگوں سے کہتا ہوں کہ عزاداری کے اندر رسومات کی جنگ نہ چھیڑو۔ یہ دولشکر نہ بناؤ۔ ایک حامیٔ رسومات و ایک مخالفِ رسومات۔ عزاداری کو یہ رُخ نہ دو۔ ابھی یہ دولشکر بن گئے ہیں، ایک رسومات کا حامی، ایک رسومات کا مخالف۔ دونوں مل کر آؤ، زینبی عزاداری کرو۔ یہ حاجی گئے ہیں اور لوٹ کر آ گئے ہیں، یہ ابراہیمی حج نہیں کر سکے، چائنہ حج کر کے آئے ہیں۔ چائنہ کی بنائی ہوئی اشیاء کی خریداری کر کے آئے ہیں۔

زینبی عزاداری یعنی تحریک بیداری

عزادار زینبی عزاداری کریں۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے کیا کیا؟ کربلا کو مٹنے نہیں دیا، فراموش نہیں ہونے دیا۔ جس حالت میں بی بی سلام اللہ علیہا نے وہ خطبے بازاروں میں پڑھے، درباروں میں جو پیغام دیا۔ واقعاً کوئی مرد بھی یہ کام نہیں کر سکتا؟ سوچ بھی نہیں سکتا۔ مثلاً ایک خاتون کا بچہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہو، آپ اس سے کہیں آ کر مجلس پڑھ دے۔ وہ پڑھے گی؟ کہتے ہیں نہیں جی، آپ کو پتہ نہیں ہے، آپ کے سینے میں دل نہیں ہے، آپ مجھے نہیں سمجھتے میں ماں ہوں، میرا بچہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہے اور آپ مجھے کہتے ہو میں آ کر مجلس پڑھوں! آپ جس بی بی کی یاد میں مجلس پڑھنے

آ رہی ہو پتہ ہے اُس بی بی کا بچہ ہسپتال میں نہیں تھا۔اُس بی بی کے بہتر عزیزوں کے سر اُس کی آنکھوں کے سامنے نوکِ سناں پر تھے۔وہ کربلا میں پامال لاشیں چھوڑ کر آئی ہے، وہ جلتے ہوئے خیمے چھوڑ کر آئی ہے۔آپ بہانہ کرتی ہو میرا بچہ ہسپتال میں ہے مریض ہے۔ جب اُس کے بیٹے لا کر اُس کے قدموں میں رکھے گئے،سید الشہداء علیہ السلام نے عون و محمد کا لاشہ رکھا تو وہ روئی نہیں۔ یہ اُس بی بی سلام اللہ علیہا کی سنت ہے عزاء،عزائے زینبی ،عزائے زینبی رسم نہیں ہے،عزائے زینبی بزم نہیں ہے،عزائے زینبی رزم ہے۔ رزمِ زینبی کس کے ساتھ؟ یزیدیوں کے ساتھ،کوفیوں کے ساتھ،شامیوں کے ساتھ۔ زینبی رزم کے مقابلے میں ایک محاذ نہیں ہے،کئی محاذ ہیں جن کے مقابلے میں رزمِ زینبی آپ نے کرنی ہے۔بی بی سلام اللہ علیہا نے تلوار تو نہیں اُٹھائی ، کیا کیا؟ آگاہی دی۔ عزاداری یعنی تحریکِ بیداری۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے بیدار کیا،اُسی بے وفا کوفہ کو بیدار کردیا، جھنجھوڑا۔ بی بی سلام اللہ علیہا نے اُن کے ضمیر کو ایسا جھنجھوڑا۔ چار ہزار کا لشکر اُن لوگوں نے بنایا۔ اُنہی کوفیوں نے جن میں سے کوئی کربلا نہیں آیا۔ اُنہی میں سے چار ہزار کا لشکر توابین بنا اور شامی لشکر سے لڑتے ہوئے مر گئے۔اُن میں سے ایک بھی نہیں بچا، چار ہزار نے جان دے دی۔کس نے اُن کو جگایا تھا؟ فقط بنتِ علی علیہ السلام نے جگایا تھا۔ یہ تحریکِ بیداری تھی جنابِ زینب عُلیاء سلام اللہ علیہا کی۔تحریکِ بیداری شمشیر کی جنگ نہیں ہے۔ رہبر معظم مدظلہ اللہ العالی فرماتے ہیں تلوار کی جنگ آسان ہے۔اس لئے رزمِ حسینی سے زیادہ مشکل رزمِ زینبی ہے۔رزمِ حسینی میں شہادت ہے، پائمالی ہے،سب کچھ ہے۔یعنی حسین علیہ السلام عصرِ عاشور ایک دفعہ شہید ہو گئے ، زینب سلام اللہ علیہا عاشور سے لے کر شام تک ہر روز شہید ہوتی رہیں ، ہر قدم پر شہید ہوتی رہیں۔ ایک دفعہ کی شہادت بہت آسان ہے۔ ہر روز شہید ہوتی تھیں لیکن پرچمِ مبارزہ ترک نہیں کیا۔آخر میں آپ کو

پتہ ہے بی بی سلام اللہ علیہا کو کیوں مدینہ سے شام لے گئے؟ حاکمِ مدینہ نے یزید کو لکھا کہ یزید تُو خوش نہ بیٹھ کہ حسین علیہ السلام کو قتل کر کے تیری حکومت محفوظ ہوگئی ہے۔ جب تک یہ بی بی سلام اللہ علیہا مدینے میں موجود ہے تُو محفوظ نہیں ہے۔ اس لئے اُس لعین نے کہا کہ ان کو فوراً شام منتقل کرواور بی بی سلام اللہ علیہا کو شام منتقل کیا اور وہیں پر تاریخ کے مطابق بی بی سلام اللہ علیہا کی رحلت ہوگئی۔ اگر کچھ دن بی بی سلام اللہ علیہا اور مدینے میں رہتیں انقلاب برپا کر دیتیں۔ ظاہر ہے بی بی سلام اللہ علیہا تلوار نہیں اُٹھا رہی، نیزہ نہیں چلا رہی، بیدار کر رہی تھی، آگاہ کر رہی تھی۔ وہی کام آج چاہئے، وہی کام اس مرحلے میں چاہئے۔ آج اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی ہوتی اور حضرت زینب سلام اللہ علیہا ہوتیں تو کیا کرتیں؟ کیا فقط ٹی وی پر بیٹھ کر خبریں سنتی رہتیں۔ آج حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا رول کیا ہوتا؟ خدا شاہد ہے کہ اُس وقت جب بی بی سلام اللہ علیہا اُس حالت میں نکلی نہ اُن رسن کی پرواہ کی جو ہاتھوں میں بندھے ہوئے تھے اور نہ اُس سواری کی پرواہ کی جو بغیر پالان شُتر کی صورت میں مہیا کی گئی تھی اور نہ اُس بھوک کی پرواہ کی۔ بی بی سلام اللہ علیہا اتنی خستہ تھی، اتنی تھکی ہوئی تھیں کہ شامِ غریباں جب نمازِ تہجد پڑھی تو بیٹھ کر پڑھی۔ بیبیاں پوچھتی ہیں کہ آج بیٹھ کر نمازِ تہجد پڑھ رہی ہیں۔ فرماتی ہیں مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔ میں اتنی خستہ ہوں۔ یہی خستہ بی بی سلام اللہ علیہا جب بازارِ کوفہ میں جاتی ہے اور ندا دیتی ہے، بازار میں سناٹا چھا جاتا ہے اور لوگ شک کرنے لگتے ہیں کہ علی علیہ السلام کا خطبہ کون پڑھ رہا ہے؟ جب وقتِ رزم آجاتا ہے پھر تھکاوٹ ختم ہوجاتی ہے۔ جب وقتِ رزم آجاتا ہے پھر خستگی ختم ہوجاتی ہے۔

ہر فرد اُمت بن جائے

اس اُمتِ بے وفا کو کون بیدار کرے گا؟ ہم صرف اس کو لعن کرتے رہیں کہ تم بے وفا

ہو، لعنت سے بیدار نہیں ہوتے، جب تک اُن کو بیدار نہ کیا جائے، جھنجھوڑا نہ جائے۔ انہی بے وفاؤں میں سے وفادار بھی نکل آتے ہیں۔ یہی کام آج ہمیں کرنا ہے۔ ہم جن سے مایوس ہو چکے ہیں۔ ہمیں مایوس ہونے کا حق نہیں ہے۔ مایوس وہ ہوں جنہوں نے کچھ کیا ہے اور نتیجہ نہیں نکلا۔ جنہوں نے ابھی کیا ہی کچھ نہیں وہ کیوں مایوس ہوں؟ آپ شروع تو کر کے دیکھو اور آج اس عصرِ امام خمینیؒ میں و عصرِ بعد از انقلاب آپ مایوس مت ہوں، خدا کا وعدہ ہے۔

يُرِيدُونَ اَنْ يُّطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُورَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ (التوبہ : ۳۲)

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ : ۳۲)

یہ چاہتے ہیں نورِ خدا بجھائیں، خدا کا ارادہ ہے اس نور کو کمال تک پہنچائے۔ آپ اللہ کے وعدے پر ایمان لے آئیں۔ خدا چاہتا ہے اس نور کو زندہ رکھے و روشن رکھے لیکن کس کے ذریعے؟ آپ کے ذریعے۔ اس نور کو زندہ رکھیں۔ ہر فرد در حقیقت ایک اُمت بن جائے، ہر فردِ واحد ایک پوری اُمت بن جائے، ایک پوری اُمت کو جگانے کا ذریعہ وسہارا و وسیلہ بن جائے۔ اپنے آپ کو کم نہ سمجھو۔ اپنے اوپر بدگمانی نہ کرو کہ ہم کچھ نہیں یہ تو بڑوں کا کام ہے، فلاں کا کام ہے، ایسے نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ پڑھے لکھے نہیں بھی ہو پھر بھی یہ کام کر سکتے ہو۔ جس سے جو ہوسکتا ہے ان ایامِ عزاء میں اور پھر انشاء اللہ آخر میں، ماہِ ربیع الاول ماہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہ یقین جان لیں کہ آج قلبِ امامِ زمانؑ کو اگر خوش و راضی رکھنا چاہتے ہیں تو یہ ہمارا اہم ترین فریضہ ہے کہ جدِ امامِ زمانہؑ کی حرمت کے پاسدار بن کے نکلیں۔ ورنہ امامِ زمانہؑ کیسے ہم سے راضی ہوں گے۔

تحریک بیداری ، رائج فاسد سیاسی نظام سے پاک

پیغام کو عام کرنا، ہمارا بس یہی مقصود ہے، اس سے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جس کے ذہن میں کوئی شکوک وشبہات ہیں یا احتمالات وتوہمات ہیں وہ اُن سے باہر آجائے۔ اگر سیاسی کام کرنا ہوتے تو پاکستان میں سیاسی کاموں سے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ یوں نہیں کہ ہمارے عزائم سیاسی ہیں لیکن کسی رکاوٹ کی وجہ سے ہم نے یہ راستہ اپنایا ہے۔ اگر عزائم سیاسی ہوتے تو کون روکتا اس سیاسی کام سے؟ تحریکِ بیداری اور وہ بھی دشمن شناسی کے ساتھ اور دشمن بھی انتہائی طاقتور دشمن جس کا نام لیتے ہوئے بھی لوگ ڈرتے ہیں، جب اُس کے متعلق بیداری دے سکتے ہیں اور کسی چیز کو راہ میں رکاوٹ نہیں سمجھتے تو دوسرے کاموں میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اگر سیاسی عزائم ہوں یا دوسرے عزائم ہوں تو کون روکتا ہے؟ باقیوں کو کوئی نہیں روکتا، ہمیں بھی کوئی نہیں روکے گا۔ جو جس کے جی میں آتا ہے کر رہا ہے۔ ہمارے بھی اگر سیاسی عزائم ہوں تو ہمیں کوئی روک تو نہیں سکتا، کر رہے ہیں، اس کام پر جب اُکسانے والے بھی موجود ہیں تو بھی ہم نے یہ کام نہیں کیا، آفر کرنے والے موجود ہیں تو بھی ہم نے یہ کام نہیں کیا۔

تعجب ہے، بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خود اس کام کی آفر کی ہے، دعوت دی ہے اور اصرار کیا ہے کہ آپ اس کام میں آئیں، ہم نے معذرت کی بھائی ہم وہ کام نہیں کرنا چاہتے۔ وہی اب بیٹھ کر تبصرہ کریں کہ ہم یہ کیا کام کرنے والے ہیں تو عجیب بات ہے۔ بہر کیف اگر کسی کے ذہن میں ہے اس طرح کی بات تو تجربہ کرلے، شک کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اگر شک وتردید ہے تو آزمائے، قریب آئے، دیکھے، جھانک کر دیکھے اور

تسلی کرے، اسی طرح شک کی حالت میں باقی نہ رہے۔ شک آہستہ شبہ بنتا ہے اور شبہ آہستہ آہستہ انکار بنتا ہے اور انکار آہستہ آہستہ انسان کو دور لے جاتا ہے، بہت دور لے جاتا ہے۔ اگر کسی کے دل میں شک و شبہ ہے تو فوراً اس کو درست راستے و طریقوں سے برطرف کریں۔

فصل دوم

تحریکِ بیداریٔ اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

قرآنی شکل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب:

ناگوار حالات جہاں پر بہت سارے موضوعات وامور کو خراب کرر ہے ہیں، وہاں بہت سارے کاموں کے لئے میدان ہموار بھی کرر ہے ہیں۔ انقلاب کا راستہ یا انقلابی افکار کا راستہ ایسے ہی حالات میں ہموار ہوتا ہے صلح و امن میں نہیں ہوتا۔ ناہموار فضاؤں میں، آندھیوں میں، مشکلات میں انقلاب کے راستے کھلتے ہیں۔ ان مسائل کو غنیمت جانیں، اگر چہ ہمیں افسوس ہے کہ انسان، مسلمان، شیعہ اور مومن بحرانوں کا شکار ہور ہے ہیں۔ ہر طرح سے ضرر و نقصان میں ہیں، طاغوت و دشمنان اپنے ظالمانہ کاموں میں مصروف ہیں لیکن آپ یوں سمجھیں کہ یہ سارے آپ کے راستے کو ہموار کرنے میں مصروف ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو آپ کا راستہ طولانی ہو جائے گا۔

چند ماہ پہلے شمالی علاقہ جات میں الیکشن ہوئے ہیں اسی مناسبت سے بعض دوست پریشان تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اگر آپ اب بھی جا کر جائزہ لیں تو پہلے سے بھی زیادہ اس وقت وہ سرزمین پیغامِ حق کے لئے آمادہ ہے، پہلے وہ نظریۂ ولایت وامامت سُننے کے لئے تیار نہیں تھے لیکن اب دوسرے راستوں سے شکست کھانے اور ناکامی کے بعد خود بخود متوجہ ہیں۔ بعض ایسے موسم ہوتے ہیں کہ دوسرے آپ کے لئے میدان ہموار کر دیتے ہیں، دوسرے آپ کے لئے فضا کو سازگار بنا دیتے ہیں، وہ اپنی غلطیوں، حماقتوں اور کوتاہیوں سے انقلاب یا انقلابی تحریک کے لئے آپ کا طویل سفر بہت مختصر کر دیتے ہیں۔

ظلمت میں روشنی کی اہمیت:

مجموعی طور پر دُنیا خصوصاً اسلامی دنیا، مشرقِ وسطیٰ اور ہمارے ملک کے حالات آپ کے کام کو تیز کرنے کے لئے ہیں۔ ناگواریاں، سختیاں، مشکلات، انہی اُلجھنوں میں اصل راہ دکھانا ہے۔ آپ دن میں روشنی کی اہمیت بتائیں تو کوئی توجہ نہیں دے گا اگر رات میں روشنی کی بات کریں تو بہت توجہ سے سنیں گے اور کہیں گے کہ بھائی کہاں ہے روشنی؟ بجلی کی موجودگی میں اگر آپ کے پاس بہت اعلیٰ کوالٹی کی اور امپورٹڈ ٹارچ ہے اس کو کوئی نہیں پوچھے گا، لیکن لوڈ شیڈنگ میں گھُپ اندھیرا ہو تو خود پوچھتے ہیں کہ ٹارچ کہاں ہے؟ موم بتی کہاں ہے؟ ماچس کہاں ہے؟ یہ چھوٹی چھوٹی روشنی بھی درکار ہے، اگر اس وقت آپ کہیں کہ ہمارے پاس تو بہت بڑی ہائی پاور لائٹ موجود ہے، ہمارے پاس جنریٹر بھی ہے۔ سارے منت کرتے ہیں کہ خدارا جلدی لے کر آؤ۔ ہم اس ظلمت میں مر گئے ہیں۔ اُن کے اندر تقاضا پیدا ہوتا ہے لیکن مشکل یہ ہوتی ہے کہ جب تقاضے پیدا ہوتے ہیں اُس وقت پیغام رسان اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں اور جب پیغام رسانوں کو فرصت ملتی ہے تو اُس وقت تقاضا باقی نہیں رہتا، چونکہ پیاس کاذب طریقوں سے بجھ جاتی ہے۔ پھر آپ جا کر زور لگاتے ہیں کہ سنو ہم کچھ کہنے آئے ہیں، وہ کہتے ہیں ہمیں سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیشہ بروقت اور صحیح اقدام موثر ہوتا ہے۔

تحریکی و تنظیمی روش میں فرق:

ہمارے ہاں پاکستان میں تحریک کا تجربہ نہیں ہے، نہضت کا تجربہ نہیں ہے، قیام کا تجربہ نہیں ہے۔ نہضت، قیام و تحریک، ایک ہی چیز کا نام ہے۔ ہمارے ہاں تنظیمی، حزبی اور گروہی تجربہ ہے اور ہمارے ہاں تحریک کے نام پر بھی دوسری شکلیں ہیں، لوگوں نے

مذہب اور سیاست میں تحریک کا صرف نام استعمال کیا ہے لیکن کہیں بھی تحریک نہیں چلی۔ اس لئے تحریک کا سٹرکچر بھی معلوم نہیں کہ کیسے ہوتا ہے؟ اپنی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے تحریک ناشناختہ ہے۔ جب انسان کو ایک چیز کا پتہ نہیں ہوتا اور وہ کام کرنا بھی ہو تو وہ اس پر تجربہ کرتا ہے جیسے اگر لاہور والوں کو بریانی پکانی ہے کیونکہ ان کو بریانی اچھی لگتی ہے لیکن پتہ نہیں ہے کہ بریانی پکاتے کیسے ہیں؟ جو بریانی کا حُلیہ انہوں نے بگاڑا ہے وہ کراچی والوں سے پوچھیں کہ لاہور کی بریانی کیسی ہوتی ہے؟ ان کو شوق تھا لیکن پتہ نہیں تھا کہ بنتی کیسے ہے؟ اب وہ نہ پلاؤ ہوتا ہے اور نہ بریانی ہوتی ہے۔ پتہ نہیں کیا شتر مرغ ہوتا ہے؟ لاہور میں بریانی کے نام پر جو بھی چیز بن گئی، کہتے ہیں بریانی ہے۔ اُس کے اپنے اجزاء ہیں، ارکان ہیں، وہ انہیں نہیں معلوم اور جی بھی چاہتا ہے کہ بریانی کھائیں، یہی حال تحریک کا ہوتا ہے۔ تحریک چلانی ہے لیکن پتہ نہیں کہ چلانی کیسے ہے؟ تحریک ہوتی کیا ہے؟ تحریک کی حقیقت کیا ہے؟ پھر ہم اسے اپنی طرز پر چلاتے ہیں تو وہ نہ پلاؤ ہوتا ہے اور نہ بریانی ہوتی ہے۔ وہ نہ تحریک ہوتی ہے نہ تنظیم ہوتی ہے۔ وہ بیچ میں ایک کنفیوژن سی بن جاتی ہے۔

یہ چیز آپ کو واضح ہونی چاہئے کہ پہلے بھی اس کی طرف اشارات کئے ہیں، بعض جگہ تفصیل بھی بیان ہوئی ہے کہ تحریکی انداز، تحریکی شکل، تحریک کی روش، تحریک کا طریقہ، قیام کی نوعیت کیا ہوتی ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ کس چیز کو قیام کہتے ہیں؟ قیام کے اندر تنظیمی وحزبی طریقۂ کار نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات یہ طریقہ مزاحم ہوتا ہے، رکاوٹ ہوتا ہے اور تحریک کو، حرکت کو ختم کرنے میں یا کند کرنے میں موثر ہوتا ہے۔ تحریکی عمل کے لئے تنظیمی عمل آفت ہے۔ قیام بھی منظّم ہوتا ہے، قیام کا اپنا ایک سٹرکچر، خاص ترتیب اور ایک انداز ہوتا ہے۔ اس میں بھی رہبری ہے، قیادت ہے، نظریہ ہے، راستہ ہے، مقصد ہے، عمل ہے، ضابطہ ہے لیکن یہ سب کچھ حزبی نہیں ہے، غیر حزبی راستہ ہے یعنی آپ یوں کہیں کہ امامت کا

طریقۂ کار ہے، روشِ امامت ہے کہ ہر آدمی متصل ہے اُمت سے بھی اور ہر آدمی مربوط ہے امامت سے بھی۔ اس نظام کے لئے دو رشتے چاہئیں۔ ایک رشتہ اپنے ہمکار لوگوں کے ساتھ، ہمارا آپس میں یہ اُمت کا رابطہ ہوگا اور ایک رابطہ ہوتا ہے انسان کا رہبر کے ساتھ، امامت سے متصل ہوتا ہے۔ یعنی ایک ہاتھ آپ کا اُمت کے ہاتھ میں ہوگا اور دوسرا ہاتھ آپ کا امامت کے ہاتھ میں ہوگا۔ پھر یہ نوعیت ہو تو قیام کا سلسلہ بن جاتا ہے، رہبری کا سلسلہ بنتا ہے کہ آپ اگر غور کریں تو دنیاوی معاملات میں بھی بعض جگہوں پر یہی روش اپنائی جاتی ہے۔

اگر ہم فوج کو دیکھیں تو فوج کے اندر حزبی عمل نہیں ہے، رہبری کا عمل ہے، وہاں قیادت ہے۔ فوج کا آپس میں ڈسپلن اور پھر رہبری اور قیادت کے ساتھ اُن کا تعلق ایک شائبہ ہے، ہو بہو تو نہیں ہے۔ ایک شائبہ ہے ظاہری شکل ہے کہ جس طرح وہ اپنا سٹرکچر بناتے ہیں یا ارتباط یا ذہنیت قائم کرتے ہیں تو اُس میں دو رشتے چاہئیں، ایک محبت، اُلفت یہ قرآن بتاتا ہے یعنی مومنین کا مومنین کے ساتھ رابطہ۔ اس کو بھی ولایت کا رابطہ کہتے ہیں۔

بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡض (المائدہ : ۵۱)

مومنین بعض بعض کے ولی ہیں یعنی دوست ہیں، ساتھی ہیں اور دوسرا رابطہ اپنی قیادت کے ساتھ اطاعت کا ہوتا ہے۔ فوج میں سپاہیوں کا جو رابطہ ہے وہ ظاہر ہے ولایت کا رابطہ نہیں ہے لیکن قیادت کے ساتھ صرف اطاعت کا رابطہ ہے اور بیچ میں کسی چیز کی ملاوٹ نہیں ہے، صرف اطاعت ہے اور اطاعت نہ ہونے کو ڈسپلن کی خلاف ورزی کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اگر آپ غور کریں، تدبر کریں تو اس میں بھی دعوتِ اطاعت ہے،

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ

(النساء: ۵۹)

اطاعت کرو اللہ کی، رسول کی اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اطاعت سے یہ رابطہ قائم ہوتا ہے لیکن حزب میں یہ نہیں ہے۔ حزب میں رابطہ کسی اور بنیاد پر ہوتا ہے، مفاد اُن کو جوڑتا ہے، یا کوئی اور رابطہ انسانوں کا آپس میں بنتا ہے، مفاد کے اشتراک کے رابطے سے منسلک ہوتے ہیں لہٰذا وہ نوعیت کبھی ایجاد نہیں ہوتی، جو نظامِ امامت میں ہے یا قیام میں ہے۔ بہت ضروری ہے کہ آپ اس نظام کو یا اس تحریکی عمل کو سمجھیں۔

تحریکی اصطلاحات کو رائج کرنا:

اس عمل کا پہلا قدم یہ ہے کہ آپ رائج اصطلاحات ختم کر کے تحریکی اصطلاحات، قیام کی اصطلاحات رائج کریں تا کہ جو تحریکی حقیقت ہے وہ ہمارے ذہنوں کے اندر آئے۔ رائج اصطلاحات راسخ ہوگئی ہیں اور ہم نام بدل کر پھر وہی عمل کرتے ہیں۔ جیسے جنرل باڈی۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ تحریک کے اندر جنرل باڈی نہیں ہوتی۔ تحریک میں طبقات ہیں، طبقات وسائل کی بنیاد پر نہیں، چونکہ ہم اس اصطلاح سے آشنا ہیں طبقہ یعنی غریب طبقہ اور امیر طبقہ۔ جونہی طبقات کی بات کرتے ہیں تو پاکستانیوں کے ذہن میں امیر طبقہ اور غریب طبقہ آجاتا ہے۔ یہ سوشلزم کی اصطلاح ہے طبقات۔ سوشلسٹوں نے یہ طبقاتی نظام رائج کیا ہے۔

قرآن کریم میں مجاہد اور قاعد کی اصطلاح:

قرآن کریم میں طبقات کا ذکر ہے مجاہد اور قاعد۔ یعنی فعال اور غیر فعال۔ قعود یعنی

بیٹھے ہوئے۔ ہمارے دوست نے اس کا آزاد پنجابی ترجمہ کیا ہے، اُس نے قعود، اہلِ قعود کا ''کُڑک، کُکڑی''، یعنی جب مرغی کُڑک ہوجاتی ہے۔ مرغی کو کچھ دن ایسے آتے ہیں جب وہ انڈہ دینا چھوڑ دیتی ہے، چڑچڑی ہوجاتی ہے، خانہ نشین، گوشہ نشین ہوجاتی ہے، اُس کے اندر قوتِ برداشت بالکل ختم ہوجاتی ہے اور دیکھنے سے ہی لگتا ہے کہ اُس کا مزاج بہت خراب ہے، طبیعت ناساز ہے۔ ہر قسم کی فعالیت چھوڑ دیتی ہے، اصلاً کھانا پینا بھی چھوڑ دیتی ہے، کُڑک کے دنوں میں اُس کا وزن بھی کم ہوجاتا ہے۔ چونکہ کچھ کرنے کو اُس کا جی نہیں چاہتا۔ قرآن کی اصطلاح میں کچھ لوگ اہلِ قعود ہیں۔ قعود، بیٹھنا۔ بیٹھے رہنا۔ قعود یعنی کچھ نہ کرنا۔ قعود کے مقابلے میں قیام ہے۔ جس طرح ہم کہتے ہیں

بحول لله و قوته اقوم و ا قعد (الکافی ط.اسلامیہ ج:۳ ص: ۹۸)

بیٹھنے کے مقابلے میں اُٹھنا ہے۔ قعود کے مقابلے میں قیام ہے۔ قعود و قیام یہ متضاد چیزیں ہیں۔

قرآن نے یہ اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ بہت ساری آیات میں اللہ تعالیٰ نے مجاہد اور قاعد (''ع'' کے ساتھ) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ قائد (ہمزہ کے ساتھ) اگر کہیں تو وہ رہبر کو کہتے ہیں۔ اور اگر قاعد (''ع'' کے ساتھ) کہیں تو بیٹھے ہوئے کو کہتے ہیں۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء : ۹۵)

خداوند تبارک و تعالیٰ نے مجاہدوں کو درجہ دیا ہے، طبقہ بنایا ہے، اوپر کیا ہے۔

اہلِ قیام ایک طبقہ ہے، قعود بیٹھے ہوئے، ایک اور طبقہ ہے۔ یہ سوشلسٹوں کی اصطلاح نہیں ہے، یہ قرآن کی اصطلاح ہے۔ فعال اور غیر فعال۔ متحرک اور غیر متحرک۔ اہلِ قیام اور اہلِ قعود۔ کچھ نہ کرنے والے اور کچھ کرنے والے۔ یہ قرآن نے

طبقہ بندی کی ہے۔ظاہر ہے یہ وسائل کی بنیاد پر امیر وفقیر نہیں ہیں، امیروں میں بھی دو قسم کے ہیں۔اہلِ قعود اور اہلِ قیام۔فقیروں میں بھی دو قسم کے ہیں اہلِ قعود و اہلِ قیام۔اس لحاظ سے ہمیں قرآنی اصطلاحات کے مطابق اپنا نظام بنانا ہے۔بعض اصطلاحات کو آپ نے بدلنا ہے۔

تحریک سے پہلے تحرک:

تحریک حرکت دینے کا نام ہے اور حرکت ایجاد کرنے کے لئے حرکت میں آنا ضروری ہے۔تحریک سے پہلے تحرک ہے، حرکت میں آنا۔جو حرکت میں نہیں آیا وہ تحریک کا رُکن نہیں ہے۔جو متحرک نہیں ہے وہ تحریک کا حصہ نہیں ہے۔تحریک کا مطلب دوسروں کو حرکت دینا، اُمت کو حرکت دینا، معاشرے کو حرکت دینا، طبقات کو حرکت دینا۔حرکت دینے والا متحرک ہونا چاہئے۔تحریک کا اندرونی نظام تحرک ہے۔حرکت میں آنا، بیرونی فعالیت حرکت میں لانا، حرکت دینا ہے۔اس لئے آپ نے اپنے ''کام'' اور ''افراد'' کے عنوان اس کے مطابق رکھنے ہیں کہ حرکت دینے والے اور تحریک چلانے والے محرک ہوں گے اور محرک کے لئے متحرک ہونا ضروری ہے کہ وہ خود متحرک ہو۔کچھ ایسے ہیں جو ابھی محرک نہیں ہیں لیکن متحرک ہیں، فعال ہیں۔کسی بھی شعبے میں اُن کے اندر تحرک ہے، یہ متحرکین ہیں۔

متعہدین:

متحرکین کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْامَا عَاهَدُوااللّٰهَ عَلَیْهِ (الاحزاب : ۲۳)

عہد رکھنے والے وہ جو متحرکین میں آگے جارہے ہیں۔سارعو، حرکت بھی ہے، جن کی

سپیڈ بھی ہے اور جن کے اندر احساسِ ذمہ داری ہے اور جو عہد رکھتا ہو اُس کو متعہد کہتے ہیں۔ متعہد (م ت ع ہ د)، متعہدین جو ایک ذمہ داری اپنے دوش پر لیتے ہیں، ذمہ دار طبقہ جن کے ذمے کچھ ڈال دیا گیا ہو یا اُنہوں نے خود لے لیا۔ ایک بہترین متعہد وہ ہے جو خود آگے بڑھ کر لیتا ہے، عہد لیتا ہے، ذمہ داری لیتا ہے، یہ شخص متعہد بنتا ہے۔ ان کی ذمہ داری کیا ہے؟ ان کی ذمہ داری سب کو آپس میں مرتبط کرنا، سب کو متحد کرنا، سب تک پیغام پہنچانا اور سب کے کام کا جائزہ لینا ہے۔ متحرکین، جو فعال ہیں، حرکت میں ہیں اُن کو دیکھنا، حرکت کا جائزہ لینا کہ کتنی حرکت کر رہے ہیں۔ جو حرکت دے رہے ہیں، پیغام پھیلا رہے ہیں اُن کو دیکھنا اور اُن کے لئے مالی و مادی وسائل، فراہم کرنا، اُن کا آپس میں رابطہ قائم کرنا یہ متعہدین کا کام ہے۔

مجاھد کے قرآنی معنی:

انہی متعہدین میں اب بعض اصطلاحیں رائج ہونی چاہئیں لیکن ہم اُن سے اجتناب کریں گے چونکہ وہ مسخ کردی گئی ہیں، جیسے مجاہد، سب سے خوبصورت اصطلاح قرآن کی مجاہد ہے لیکن اب پاکستان میں مجاہد ٹیرورسٹ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ ہم معاشرے کے اندر اصلاح کریں گے واقعاً مجاہد کی شخصیت کو بحال کریں گے، قرآنی شخصیت، اُس کا قرآنی مفہوم بحال کریں گے۔ اُس کا مسخ شدہ مطلب، تحریف شدہ مجاہد کا معنی ختم کر کے اور اُس کی جگہ پر حقیقی و قرآنی تصور رائج کرنا ہے۔ پھر مجاہد کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ مجاہد یعنی بھرپور کوشش کرنے والے، دن رات حالتِ قیام میں، جو دن رات حالتِ قیام میں ہوں، سراپا قیام بن جائیں اُن کو قرآن مجاہد کہتا ہے۔ جز وقتی نہیں ہوتے، کل وقتی قیام کرنے والے جن کا ہم وغم قیام، حرکت و تحریک ہے۔

تحریک ایک گلدستہ کی مانند:

آپ نے بولنے اور لکھنے میں یہی اصطلاحات استعمال کرنی ہیں یعنی آپ نے تحریک کی جو شکل بنانی ہے وہ اس طرح سے تشکیل پانی ہے۔ تحریک کا محور حرکت ہے۔ حرکت میں آنا، حرکت میں لانا، ذمہ داری اپنی دوش پر لینا اور اس ذمہ داری کو نبھانا۔ ظاہر ہے سارے افراد ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی سب کو ایک جیسی صلاحیتیں نہیں دی ہوئیں۔ لوگوں نے بھی اپنی جو صلاحیتیں پروان چڑھائی ہیں، ایک جیسی نہیں ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جسمانی کام زیادہ کرتے ہیں، کچھ ذہنی کام زیادہ کرتے ہیں، کچھ میدانی کام زیادہ کرتے ہیں۔ کچھ دفتری کام زیادہ کرتے ہیں، کچھ لکھنے کا کام کرتے ہیں، ہر ایک خاص صلاحیت رکھتا ہے۔ ہر پھول ایک خاص خوشبو رکھتا ہے اور وہ جب گلدستہ بنتا ہے تو ہر خوشبو اُس کے اندر ہوتا کہ خوبصورت جامع گلدستہ بنے۔ اُن خصوصیات کے مطابق جو کسی کے اندر موجود ہیں، اُن کے مطابق افراد ذمہ داری لیں۔

اس وقت پورے ملک میں و دنیا بھر میں آپ کے ہم فکر موجود ہیں الحمدللہ۔ آپ کہہ سکتے ہیں پوری دنیا میں اِس وقت کئی مما لک میں آپ کے فعال ترین گروہ کام کر رہے ہیں اور اس وقت اگر میں کہوں کہ پاکستان سے بھی زیادہ فعال گروہ بیرونی مما لک میں ہیں تو یہ مبالغہ نہیں ہے۔ وہ بیرونِ ملک میں کارگاہ کرتے ہیں تو اُنکے تقریباً ہزار سے بارہ سو آدمی جمع ہو جاتے ہیں، جہاں پر بہت حساسیت و مشکل ہے۔ کچھ خطوں کی اپنی خصوصیات ہیں۔ اُنہیں یہ پیغام بہت پسند آیا، حتیٰ اہلِ سنت کو، بار ہا ایسا ہوا ہے کہ اہلِ سنت نے بڑی بڑی کانفرنسز بیرونِ ملک منعقد کیں، ہزاروں افراد کے اجتماعات منعقد کئے ہیں اور وہیں سے فون پر رابطہ کیا ہے کہ آپ اہلِ سنت کی کانفرنس کو پاکستان سے لائیو خطاب کریں۔ پاکستان کے علاوہ قم سے بھی خطاب کیا ہے۔ اہل سنت کے اندر اتنی

آمادگی ہے، چونکہ یہ خطے جن مسائل کا شکار ہیں، وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مسائل کا یہی راہِ حل ہے۔ ساری راہیں آزما کر ہمیں سمجھ آئی ہے کہ یہ راہِ حل ہے۔ اس لئے اُن کو زیادہ سمجھ آتی ہے۔

آپ ہی کے اندر سے کچھ متحرک ومحرک لوگ ہیں جن کے اندر دونوں صلاحیتیں تھیں۔ ایک اُن کے اندر حرکت ہے اور دوسرا حرکت دینا جانتے ہیں، دوسروں کو حرکت میں لانا جانتے ہیں۔ یہ دوستان بیرونِ ملک گئے، چند سفر انہوں نے کئے اور وہاں جا کر فعال گروہ بنائے ہیں۔ اسی طرح خلیجی مما لک میں الحمدللہ چند جگہوں پر فعال گروہ بن گئے ہیں۔ آپ کے ہم فکر دوستوں کی ایک پوری ٹیم ہے، جو آپس میں ملتے ہیں، ہفتہ واراُن کے پروگرام ہوتے ہیں، نشستیں ہوتی ہیں، ملٹی میڈیا پروگرام چلاتے ہیں اور منظّم طریقے سے کام کررہے ہیں۔ اسی طرح بعض مغربی مما لک میں بھی اس وقت ایک بڑی تعداد مقیم ہے۔ یہ باقاعدہ اپنی کارگاہیں کر چکے ہیں۔ جو کارگاہ آپ کو لاہور اور شیخوپورہ میں مشکل لگتی ہے، وہ یورپ میں کارگاہ کرتے ہیں اور کئی کارگاہیں کر چکے ہیں۔

وہ قومیں جو نیند میں حرکت کرنا شروع کردیں ان سے ڈرنا چاہیئے۔ وہ قومیں جو نیند میں بولنا شروع کردیں ان سے ڈرنا چاہیئے اور سب سے پہلا کام جو انسان کو کرنا چاہیئے وہ ان قوموں کو بیدار کرنا ہے، ان کو شعور دینا ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے بھی اتنا وقت نمازیں پڑھانے میں صرف نہیں کیا جتنا وقت بیدار کرنے میں لگایا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی ساری عمر اُمتوں کو بیدار کرنے میں صرف کردی۔ اَب اگر ہم سو سال بھی کسی قوم کو بیدار کرنے میں لگادیں اور اس کے بعد اگر قوم کو چلنا آجائے تو ہم نے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔

آئیڈیالوجی کی طاقت:

آپ اپنی فکر کو دیکھیں جس کے اندر اتنی طاقت ہے، آپ کی آئیڈیالوجی میں بہت طاقت ہے۔ وہی آئیڈیالوجی غالب ہے جس میں حرکت ایجاد کرنے کی طاقت سب سے زیادہ ہے۔ جو آئیڈیالوجی پیروکاروں کو حرکت میں لاسکتی ہے۔ یہ آزمائی ہوئی بات ہے کہ امام خمینیؒ کی آئیڈیالوجی، نظریہ امامت و ولایت کی آئیڈیالوجی، نظریہ مہدویت کے محور میں قائم آئیڈیالوجی، توحیدی آئیڈیالوجی، دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور یہ مکتب ہے چونکہ اس کے اندر قوتِ تحریک بہت زیادہ ہے۔ یعنی یہ ملت کو، معاشروں کو قیام کرا سکتی ہے، میدان میں لاسکتی ہے اور اسی پاور کے نتیجے میں اس طاقت سے، دین کی اس آئیڈیالوجی کی طاقت سے طاغوتوں نے بہت فائدہ اُٹھایا ہے، آج تک اُٹھا رہے ہیں۔ ابھی بھی کوئی طاغوتی کام کرنا ہو، لوگوں کو اُٹھانے کے لئے تو یہی آلہ ہر بار استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً گلگت بلتستان میں الیکشن ہوں یا کہیں بھی الیکشن ہوں۔ لوگوں کو گھروں سے نکال کر صندوقوں تک لانے کے لئے جو حربہ استعمال کرتے ہیں وہ یہی استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ اُٹھانے کی طاقت اس میں ہے، باقی کوئی چیز اُٹھا نہیں سکتی۔ اگر ہم اس کو ٹول کے طور پر دوسرے مقاصد کے لئے استعمال کریں تو یہ اس کا بے جا استعمال ہے۔ تو کیوں نہ اس کو خود اسی کے مقاصد کے لئے استعمال کریں۔

عوام، مخاطبینِ قرآن و انبیاء:

عام طبقہ جن کو آپ نے دعوت دینی ہے۔ جن کو قرآن ایھا الناس کہتا ہے۔ ایھا الناس یعنی جن تک پیغام پہنچانا ہے۔ قرآن خود اُن کو خطاب کرتا ہے، ان کو بات حتماً بتانی ہے۔ قل، اے رسول کہیں آپ۔ ایھا الناس، ہمارا ہدف ہے۔ ان تک بات پہنچانی ہے،

یہ عموماً غافل ہوتے ہیں۔ یہ دھوکے اور جھانسے میں آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ سامریوں، مداریوں، فرعونوں، طاغوتوں کی وجہ سے اصل راہ سے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں یہ اُن کے چُنگل میں پھنسے ہوتے ہیں۔ آپ 'ناس' کا متبادل لفظ بھی استعمال کر سکتے ہیں عوام۔ عوام آپ کا ہدف ہیں، عوام کو ہدایت میں لانا۔ **یا ایھا الذین**، یہ خطاب ہے۔ پس آپ کا کوئی مخاطب ہونا چاہیئے۔ آپ اہلِ خطاب ہیں، آپ کے پاس پیغام ہے۔ **یاایھا الذین** وہ کہتا ہے جس کے پاس کوئی پیغام ہو۔ اے لوگو! پس اس کا مطلب ہے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ ہے۔

اے لوگو! عوام آپ کا ہدف ہے۔ تمام عوام، کسی بھی سلسلے سے تعلق رکھتے ہوں اُن کو حرکت میں لانا، آپ کا اصل ہدف یہ طبقہ ہے۔ اس طبقے میں بھی پھر آگے درجات ہیں۔ ایک موجودہ نسل جو اس وقت صاحبِ میدان ہیں۔ اس وقت مختلف امور انہوں نے سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس وقت معیشت و سیاست و معاشرت اُن کے ہاتھ میں ہے اور دوسری آنے والی نسل۔ جب ہم ہدف کی درجہ بندی کریں گے تو موجودہ نسل دوسرے درجے کا ہدف ہے اور آئندہ نسل پہلے درجے کا ہدف ہے۔ **ایھا الناس** کون سے ناس؟ جو آنے والا طبقہ بنے گا۔ آنے والی نسل یہ اصل ہدف ہے۔ موجودہ نسل دوسرے درجے کا ہدف ہے اور نتیجے کے لحاظ سے آئندہ نسل کا نتیجہ بہت بہتر ہے اگر ہدف اُس کو رکھیں اور موجودہ نسل کا نتیجہ بہت کم ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے کے ساتھیوں کو فرمایا کہ

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا (البقرہ: ۷۵)

آپ توقع رکھتے ہو کہ یہ ایمان لے آئیں گے۔

ناقابلِ ہدایت طبقات:

بعض لوگوں کو بعض طبقات سے توقع ہوتی ہے کہ یہ سمجھ جائیں گے۔ کن سے توقع تھی؟ یہودیوں سے۔ چونکہ یہ مذہبی تھے، اسلام سے پہلے پوری دنیا میں مذہبی و متدین و دیندار گروہ یہود تھے۔ باقی اتنے دیندار نہیں تھے۔ حتیٰ عیسائی بھی دوسرے درجے کے دیندار تھے۔ یہود کٹر مذہبی تھے۔ جب دیندار لوگ اتنے پابند ہوں۔ اب ایک دین آیا ہے توقع کس سے ہے؟ اس کو کون زیادہ مانے گا؟ دیندار، دین کی بات دیندار زیادہ سنتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی توقع تھی اوران کے ساتھیوں کو بھی توقع تھی چونکہ مکہ میں یہود نہیں تھے، مکہ میں بت پرست تھے اُنہیں ناامیدی ہوئی کہ یہاں تو سنتا کوئی نہیں ہے۔ پتھریلی چٹانیں ہیں اور اُن سے زیادہ سخت اہلِ مکہ کے دل ہیں۔ لہٰذا ہجرت کرو یہاں سے دیندار معاشرے کی طرف جائیں۔ دیندار معاشرہ یہود ہیں آسمانی کتاب سے آشنا ہیں، نبیوں سے آشنا ہیں، اللہ کے تصور سے آشنا ہیں، عبادت و بندگی سے آشنا ہیں، باقی ساری چیزوں سے آشنا ہیں پس وہاں ان کو پیغام دیا جائے۔ جب وہاں آئے، پیغام دیا تو بالکل اُلٹ نتیجہ نکلا۔

قرآن کریم نے بھی فرمایا کہ آپ توقع رکھتے ہو کہ یہ آپ کی بات سنیں گے! **افتطمعون** ،آپ طمع رکھتے ہو،توقع رکھتے ہو کہ یہ آپ کی بات سنیں گے۔ آپ نے ان کی تاریخ نہیں پڑھی کہ انہوں نے دین کا کیا حشر کیا ہے؟ انہوں نے تورات اور نبیوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ آپ پھر بھی ان سے توقع رکھتے ہو۔ آپ بھی قرآنی ضابطے کے مطابق اپنی توقعات بدلیں۔ ہم عموماً کہتے ہیں کہ فلاں بھی انقلابی ہیں، فلاں بھی انقلابی ہیں، فلاں بھی وہ ہے، یہ بھی اس خط کا ہے، وہ بھی اس خط کا ہے۔ **افتطمعون** ،کیا توقع رکھتے ہو کہ یہ کریں گے۔ پہلے ان کی تاریخ تو پڑھ کے دیکھو کہ انہوں نے اس قوم کے ساتھ کیا کیا ہے؟

بنی اسرائیل کی روش:

قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کے آغاز میں ہی جہاں بنی اسرائیل کو خطاب ہے۔ یہ آپ سب کے لئے منشور ہے۔

اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ (البقرہ: ۷۵)

کیا آپ توقع رکھتے ہو کہ یہ ایمان لے آئیں گے۔

آپ کی آئیڈیالوجی، آپ کی بات، آپ کا پیغام سن لیں گے۔ توقع تو ہونی چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ دیندار ہیں۔ آسمانی کتاب پہلے سے ان کے پاس موجود ہے، رسولوں کے سلسلے سے آشنا ہیں۔ یعنی انقلابی رہنما موسیٰؑ وعیسیٰؑ اللہ کی طرف سے آئے تھے، یہ اُنہی کے پیروکار ہیں، اُنہی کی قومیں ہیں اور اب اُن انقلابی رہنماؤں کے سلسلے کے رسولِ خاتم آئے ہیں، اُن کو تو زیادہ اولیٰ مانیں گے، یعنی وہ انقلابی رہبر حضرت موسیٰؑ کو مانتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حضرت موسیٰؑ سے بھی بالاتر انقلابی درجہ رکھتے ہیں اُن کو تو زیادہ مانیں گے۔ پس انہی سے توقع طمع ہونی چاہئے کہ یہی پیغامِ انقلاب کو قبول کریں گے۔

کیا آپ طمع توقع رکھتے ہو کہ یہ آپ پر ایمان لے آئیں گے! قرآن انکاری لہجے میں پوچھ رہا ہے کہ آپ کو یہ توقع ہے۔ مثلاً آپ کسی سے کہتے ہو کہ آغا اس وقت بہت ضرورت مند ہوں، فلاں کے پاس جاتے ہیں، اُس سے قرض لے لیتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ کنجوس آپ کو قرض دے گا۔ جو اپنی اولاد پر خرچ نہیں کرتا، وہ جو فلاں پر خرچ نہیں کرتا، یہ آپ کو قرض دے گا! یا جب آپ کہتے ہو آغا ابھی کچھ فنڈ زکم پڑ گئے ہیں، فلاں بھائی کے پاس جاتے ہیں۔ وہ دے گا۔ تو کہتے ہیں وہ دے گا، وہ فلاں آپ کو دے گا۔ یعنی ایک مُسلّم چیز، واضح چیز، کھلی چیز ہے کہ دیکھتے نہیں اُس کا ماضی کیا ہے؟ کرتا کیا ہے؟ قرآن نے یہی حوالہ دیا ہے۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (البقرہ:۷۵)

قرآن نے ان دینداروں کا بہت خوبصورت تجزیہ کیا ہے کہ وہ دیندار جن سے آپ کو طمع ہے، توقع ہے کہ یہ آپ کی بات سنیں گے ان کی تاریخ یہ ہے کہ ان کا ایک گروہ کیا کرتا تھا؟

يَسْمَعُونَ كَلٰمَ اللّٰه

پیغام سنتا تھا،

ثُمَّ يُحَرِّفُونَه

پھر اس کو توڑ مروڑ کر تحریف کرتا تھا۔ اپنے مفاد کے مطابق اُس کو ڈھالتا تھا۔ جو جملے ان کے مخالف ہیں اُنہیں ہٹا دیتے تھے اور جو ان کے نفع میں ہیں اُنہیں بینر بنا لیتے تھے، اُنہیں جگہ جگہ آویزاں کرتے تھے۔

بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ

البتہ یہ کام نافہمی کی بنیاد پر نہیں کرتے تھے بلکہ سمجھ کر کرتے تھے۔

وہ سمجھتے تھے کہ حقیقتِ پیغام کیا ہے؟ لیکن پھر بھی اس میں تصرف کرتے تھے۔

وَهُمْ يَعْلَمُونَ

اور جانتے ہوئے یہ کام کرتے تھے۔ یہ غافل طبقہ نہیں ہے بلکہ آگاہ تھے۔ اپنا مخاطب آپ دیکھیں، ایھا الناس، لوگ آپ کے مخاطب ہیں۔ یہود کو اگر اپنا مخاطب بناؤ گے تو ناکام رہو گے، رسول اللہ ﷺ کی پوری نہضت میں تین یہودی مسلمان ہوئے اور تینوں جاسوس۔ ایک کعب الاحبار ہے، ابی ابن کعب۔ ایک اُن میں سے عبد اللہ ابن سلام ہے وہ متنازع ہے، بعض کہتے ہیں اچھی شخصیت تھی، بعض کہتے ہیں کہ نہیں وہ بھی در پردہ کچھ اور شخص تھے۔ یہ تین آدمی کل نہضت میں اسلام لائے۔ جن سے توقع

تھی کہ یہ پہلے سے انقلابی خط کے ہیں، انقلابی رہبروں سے مربوط ہیں، انہوں نے انقلابی کتابیں پڑھی ہوئی ہیں، یہ تو ضرور سمجھیں گے،قرآن کو یہ نہیں مانیں گے تو اور کون مانے گا۔ انہی کا تو میدان ہے لیکن جب اُن کو سنایا تو سب کے سب سمجھ گئے جانتے ہوئے اُس میں ہیر پھیر کر کے کہا آپ کو نہیں مانتے۔ کیوں نہیں مانتے؟ اس لئے کہ آپ ہمارے گروہ کے نہیں ہو۔ تین دلیلیں دیتے تھے۔

ایک یہ کہ آپ ہمارے گروہ کے نہیں ہو، بنی اسرائیل نہیں ہو، آپ بنی اسماعیل ہو۔ اسرائیل کی اولاد نہیں ہو، اس وجہ سے نہیں مانتے تھے۔ دوسرا ہم نے عہد کر رکھا ہے اور آپ اُس عہد میں نہیں آتے۔ ہم نے قسم کھا رکھی ہے۔ تیسرا کہتے تھے کہ یہ فرشتہ جو پیغام لے کر آتا ہے یہ ہمیں قبول نہیں ہے۔ یہ جبرائیل سے ہماری اَن بَن ہے۔ کہتے تھے اگر اسرافیل لے آئے یا دوسرے فرشتے پیغام لائیں تو وہ ٹھیک ہے۔ چونکہ جبرائیل کو بنی اسرائیل سے ضد ہے۔ بنی اسرائیل کی مذمت میں جتنی آیات ہیں وہ یہ آ کر پیش کرتا ہے۔ کہا ہماری مذمت کی باتیں ساری جبرائیل نے ان کو سمجھائی ہیں۔ ہماری خفیہ باتیں بھی ان کو بتا دیتا ہے، روح القدس کو ڈھونڈتے تھے۔ پس ایک طبقہ ہے جس سے قرآن کہہ رہا ہے طمع چھوڑو، توقع چھوڑو، وقت ضائع نہ کرو، توانائیاں ضائع نہ کرو۔

جو پہلے شعار لگا کر تحریف کر چکے ہیں۔ ایک بہت آسان سی چیز ہے۔ ابھی آپ کے ہاں پاکستان کی ساٹھ، پینسٹھ سالہ تاریخ موجود ہے۔ کچھ لوگ و کچھ روشیں میدان میں رہی ہیں۔ اگر اب نیا کام شروع کرنا ہے تو پھر بھی کیا اُنہی کے ذریعے کرنا ہے، قیام کرنا ہے تو اُنہی کے ذریعے، انقلاب لانا ہے تو اُنہی کے ذریعے۔ قرآن کہتا ہے اُن کی تاریخ تو دیکھ لو کہ اُنہوں نے کیا کیا ہے؟ پہنچایا کیا ہے؟ اُنہوں نے حشر کیا کیا ہے؟ پھر آپ دوبارہ اُنہی کو مخاطب سمجھتے ہو۔ آپ لوگوں پر کام کرو، ناس پر کام کرو، ایہا الناس پر کام کرو۔ لوگوں کو پیغام دو۔

وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا (النصر : ۲)

گروہ گروہ، لشکر لشکر دینِ خدا میں آنا شروع ہو جائیں گے۔

وہ لشکر لشکر آئیں گے اور یہ صرف تین آئیں گے اور وہ بھی جاسوسی کے لئے، تخریب کے لئے۔ بعض آجاتے ہیں انقلابی گروہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ انقلابی کام میں شریک ہو جاتے ہیں، تاکہ اُس کو اندر سے خراب کریں۔ کانٹا بدلنے کے لئے۔ دو تین یہودیا نقلابی خط پر آجائیں گے لیکن وہ کبھی بھی انقلابی نہیں ہوں گے۔ وہ آئیں گے اندر سے خط بدلنے کے لئے، وہ اندر سے کانٹا بدلنے کے لئے آئیں گے۔ انسان سانپ کیوں خریدے؟ کوشش سے ایک آدمی کو ساتھ ملائے وہ بھی کس لئے؟ تاکہ آکر ہمارا سارا کام خراب کرے۔

خالی کھیت میں پھل آور بیج:

آپ ناس کو مخاطب قرار دو۔ ناس میں دو طبقے ہیں۔ آئندہ نسل اور موجودہ نسل۔ آئندہ نسل اصل ہدف ہے اور موجودہ نسل دوسرے درجے کا ہدف۔ دونوں کو نظر انداز نہیں کرنا لیکن آپ کو توقع صرف آئندہ نسل سے ہونی چاہیئے، اس فکر (بیداری) کا بیج خالی کھیت میں کاشت کریں۔ خالی کھیت میں کاشت کرنے کا ایک ہی نتیجہ نکلے گا۔ پہلے سے کاشت شدہ کھیت میں آپ بھی بیج ڈالیں گے تو اس کا نتیجہ کچھ اور نکلے گا۔ اگر ایک کھیت میں پہلے سے گنا اُگا ہوا ہے اور آپ اُسی گنے کی موجودگی میں اپنا بیج ڈالتے ہو، بیج کتنا اُگے گا؟ معجزہ ہے اگر کوئی ایک آدھ دانہ اُگ آیا۔ ایک کھیت مدتوں سے خالی پڑا ہوا ہے زرخیز بھی ہے۔ اُس میں آپ گزرتے گزرتے بیج ڈال جاؤ۔ آپ کا اپنا تجربہ ہے۔ ایسے گزرتے گزرتے آپ بس میں، دکان پر کسی شخص سے ملے، اس کو بروشر دے دیا، مشربِ ناب

دے دیا، اُس نے فوق العادہ عکس العمل دکھایا۔ وہ خود اپنے پورے علاقے میں بیداری کا ایک امام بن گیا۔ وجہ کیا تھی؟ آپ نے خالی کھیت میں بیج ڈال دیا۔ زرخیز تھا اُس نے اُگا دیا اور اپنا پورا خطہ بیدار کر دیا۔ نکتۂ دیگر یہ ہے کہ آپ کا عمل بیداری کے مرحلے میں ہے۔ یعنی بیدار کرنے کے مرحلے میں، قیام کا آغاز بیداری، آگاہی اور شعور سے ہوتا ہے۔ شعور پہلا سبق ہے جو پڑھنا ہے اور پڑھانا ہے۔

گلگت و بلتستان کے الیکشن اولی الابصار کیلئے عبرت :

گلگت بلتستان کے الیکشن اہلِ فہم واولی الابصار کے لئے عبرت کی کتاب ہے اگر اس کو پڑھا جائے، اس کو کھولا جائے، اس پر غور وفکر کریں، عزیزانِ من! ہم جس قوم میں رہ رہے ہیں اور جس قوم میں شعار لگا رہے ہیں اور اُس کی موجودہ صورتحال یہ ہے کہ اس میں جذبہ ہے، دینی رجحان ہے اور دین سے مربوط ہیں لیکن دینی شعور، آگاہی اور بیداری نہیں ہے۔ اگر قوم بیدار نہ ہو تو اس قوم کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو گلگت بلتستان میں ہوا ہے۔ ایسی قوم کی طرف ایک پیغام آپ لے کر جائیں اور ایک پیغام طاغوت لے کر جائے یعنی حضرت علی علیہ السلام بھی جائیں اور معاویہ بھی جائے بے شعوری کی وجہ سے ایسی قوم حق کی پہچان نہیں کرسکتی اور سازش کا شکا ہو جاتی ہے۔

معاویہ کا لشکر ایک بہت جالب کام کرتا تھا۔ کوفہ کے مضافاتی علاقوں میں اکثریت خانہ بدوشوں کی تھی۔ خانہ بدوش رات کو صحرا میں ڈیرہ ڈالتے اور شامی لشکران کی بھیڑ بکریاں چرا کر لے جاتے اور دوسرے دن ان کے مبلغین پہنچ جاتے کہ سنا ہے آپ کی بکریاں چوری ہوگئی ہیں۔ کچھ پتہ چلا کہ کس نے چورائی ہیں؟ کہتے جی ہمیں پتہ نہیں، نامعلوم افراد بکریاں

اُٹھا کر لے گئے ہیں۔ وہ پھر اُن کو بتاتے کہ پتہ ہے یہ نامعلوم افراد کون تھے؟ ہمیں پتہ ہے۔ کہا یہ علی علیہ السلام کی فوج کے لوگ تھے۔ وہ حیران ہوتے کہ عجیب ہے، ہم خود علی علیہ السلام کی حکومت میں ہیں، علی علیہ السلام کی سپاہ میں ہیں، اُن کے حامی ہیں، وہ ہماری بکریاں چراتے ہیں، ہم غریبوں کی بکریاں اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ شک میں پڑ جاتے۔ کہتے، یہ نہیں ہوسکتا۔ علی علیہ السلام کی فوج یہ کام نہیں کرسکتی اور شامی لشکر پھر آدھی بکریاں واپس لے آتے اور آدھی خود ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔ اُس وقت اُن کو یقین آجاتا۔ یہ ان کو کہتے کہ دیکھو یہ تمہاری بکریاں فلاں علی علیہ السلام کے لشکروگروہ نے چھینی تھیں اور وہ ساری ذبح کررہے تھے، کچھ ذبح کر کے کھا گئے، کچھ ہم نے بچالیں۔ ہم نے اُن پر حملہ کیا اور آپ غریبوں کی بکریاں اُن سے چھین کر آپ کو واپس لوٹا رہے ہیں۔ وہ اُسی وقت کہتے زندہ باد، زندہ باد، معاویہ زندہ باد۔

یہ طاغوت کا طریقۂ کار وحربہ تھا۔ بالکل یہی حربہ گلگت بلتستان میں بھی آزمایا گیا ایک حرکت پہلے خود کر کے اس کو دوسروں کے ذمہ لگا دیا گیا۔ ہو بہو یہی کام اب یہی بے شعور قوم کے ساتھ ہورہا ہے۔ لوگوں کی عقل آنکھوں میں ہے۔ آپ نے کیا کرنا ہے؟ آپ نے بیدار کر کے کیا کرنا ہے؟ لوگوں کی آنکھوں کو عقل میں پہنچانا ہے۔ آنکھ کی عقل سے نہ دیکھیں، عقل کی آنکھ سے دیکھیں۔ یہ بیداری ہے، یہ شعور ہے۔ اگر واقعاً اس شمالی خطے میں عقل کی آنکھ سے دیکھا جاتا تو آج یہ نتیجہ نہ ہوتا۔ نہ یہ سیاست باز اس طرح سے کرتے اور نہ وہ پبلک یہ فیصلہ کرتی۔ لیکن عوام نے کہا کہ بھائی یہ تو بڑے ہمدرد ہیں۔ سیاست نے کہا کہ بھائی دیکھو ساٹھ ستر سال سے یہ مولانا لوگ بلتستان میں ہیں۔ کیا انہوں نے کوئی روڈ پکا کرایا، ہسپتال بنایا، یونیورسٹی بنائی؟ نہیں! تو کیا بنایا؟ صرف مسجدیں بنائیں، وضوخانے بنائے، بس یہی کام کیے۔ خمس جمع کیا، طالب علم بنائے۔ قوم کو یہی دیا! انجینئر کہاں ہیں، ڈاکٹر کہاں ہیں، ہسپتال کہاں ہیں، روڈ کہاں ہیں، انڈسٹری کہاں ہے، فلاں کہاں ہے؟

مغربی ثقافت کی یلغار:

آپ تعجب کریں گے کہ ہم نے اپنے مدرسہ میں ایڈمشن دیا، گلگت کے دوست الحمدللہ بہت فعال دوست ہیں، کارکردگی کے لحاظ سے اگر ہم نمبر دیں تو سب سے ٹاپ پر گلگت کے دوست ہیں۔ اگر میدان عمل میں اُنکا کام دیکھیں۔ ظاہراً انہوں نے کوئی بڑے پروگرام نہیں کروائے لیکن گاؤں گاؤں جا کر، فرد فرد سے جا کر ملے، اس لحاظ سے بہت فعال لوگ ہیں۔ تھوڑے ہیں لیکن بہت فعال ہیں۔ ان دوستوں نے وہاں سے بچے نکالے کہ جاؤ جا کر پڑھو، ایک بڑی تعداد میں، کثیر تعداد میں بچے یہاں بھیجے۔ مجھے تعجب ہوا کہ گلگت کے گاؤں سے، نگر کے دوراُفتادہ گاؤں سے جتنے بچے آئے، ایک بچہ بھی شلوار قمیض میں نہیں تھا۔ سب جینز اور شرٹ میں آئے ہیں اور اُن کے پاس بھی شلوار قمیض کوئی لباس کا نہیں تھا، یعنی جب سے پیدا ہوئے ہیں اُنہوں نے شلوار قمیض استعمال نہیں کیا۔ مثلاً سات جوڑے لایا ہے، اور ساتوں ٹی شرٹ و جینز لے کر آیا ہے، ٹراؤزر لے کر آیا ہے۔ اُن دیہاتوں میں یہ کلچر کیسے پہنچ گیا ہے؟ یہاں شہروں میں پھر بھی شلوار قمیض والے نظر آ جاتے ہیں لیکن اگر آپ وہاں جا کر بلتستان و گلگت کے اندر دیکھیں، وہاں کوئی بھی شلوار قمیض میں نظر نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں پر کوئی طبقہ کام کر رہا ہے۔ اُس ثقافت پر کوئی یلغار ہے اور وہ تعلیمی اداروں کے ذریعے سے شروع ہوئی ہے۔ اُنہوں نے بنیادیں پکڑی ہیں۔

بیداری تمام مشکلات کا حل:

ایک طرف وزیرِ اعظم، اور دوسری طرف مولانا۔ بتاؤ ہسپتال کون بنائے گا؟ مولانا تو ہسپتال نہیں بنا سکتا، زیادہ سے زیادہ مسجد بنائے گا۔ وزیر اعظم ہسپتال بنائے گا۔ لوگوں سے پوچھا بتاؤ بکریاں کس نے چرائی ہیں؟ وہ کہتے ہیں اس مولوی نے چرائی ہیں۔ ابھی وزیر

اعظم یہ بکریاں واپس لے کر ہمیں دے گا، یہ خطے کو نجات دے گا۔ لوگوں کا یہ شعور ہے، یہ سطح ہے۔ آپ یہ پرکھنے کے لئے ان امور کا جائزہ لیں۔ اگر آگاہی کے بغیر کچھ بھی کریں گے تو یہی نتیجہ نکلے گا۔ شعور کے بغیر میدان میں آئیں، شعور کے بغیر دھرنا دیں، ریلی نکالیں، جلوس نکالیں، جلسہ کریں، مدرسہ بنائیں، مسجد بنائیں۔ جماعت کرائیں۔ جو کام بھی شعور کے بغیر ہو اس کا یہی نتیجہ نکلے گا جو یہاں نکلا ہے۔ جس طرح گلگت و بلتستان میں دوسرا طبقہ ہے۔ وہاں دو طرح کے شیعہ ہیں۔ بارہ امامی شیعہ اور شش امامی شیعہ۔ شش امامی شیعہ اپنے سسٹم (امامت) کے مطیع ہیں چاہے ان کا امام کیسا ہی ہو۔ جبکہ بارہ امامی شیعہ کی حالت آپ کے سامنے ہے۔ آپ کے مخاطب عوام ہیں، ایہا الناس۔ جب بھی آپ نے فعالیت کا دائرہ خواص میں رکھ دیا، مخصوص طبقے میں لے گئے ناکام ہیں۔ جیسے یہود میں مبلغینِ اسلام ناکام ہوئے، کسی نے نہیں مانا۔

مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (البقرہ: ۷۵)

جان بوجھ کر، سمجھ کر نہیں مانیں گے۔

کیوں؟ اس لئے کہ اُن کے مفادات یہ تقاضا کرتے ہیں، مفادات خطرے میں پڑتے ہیں۔ یہ سب کچھ سمجھتے ہیں لیکن نہیں مانیں گے۔ لوگ جو نہیں جانتے، **ان لا یعلمون** کو جا کر سمجھائیں یہ فوراً سمجھتے ہیں کہ بات تو آپ کی دل کو لگتی ہے، پتہ کی بات ہے۔ یہ ہمیں راہِ حل لگتا ہے۔ اِکا دُکا افراد اہلِ سنت خصوصاً دیوبندی آ کر کہتے ہیں کہ یہ راہِ حل ہے۔ یہ ہمیں راہِ حل نظر آتا ہے جو آپ بات کرتے ہیں۔ تمام مشکلات کا راہِ حل ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ ذہنی طور پر یہ سلسلہ کتنا سخت ہوتا ہے لیکن اگر اُنہیں یہ راہِ حل نظر آتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہ راہِ حل ہے۔ اس لئے ہم اگر اپنا پیغام عام کریں، لوگوں تک پہنچائیں، شیعہ سُنی سب تک پہنچائیں تو یہ سُننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ کا ہدف بیداری و آگاہی ہے۔

بیداری کا تھرمامیٹر:

اپنے کام کو پرکھنے کے لئے بھی آپ بیداری کا ایک تھرمامیٹر بنائیں۔ چیک کریں۔ جس سے صرف بیداری کا درجہ پتہ چلتا ہو کہ بیداری کتنی آئی ہے، کتنا بیدارتر ہوئے ہیں، دونوں طرح سے کتنا دائرہ وسیع ہوا ہے؟ یعنی بیداری کا حدود اربعہ کتنا پھیلا ہے، وسعت کتنی آئی ہے، کتنے گاؤں و کتنے افراد و کتنے لوگ میرے قیام اور میرے پیغام کی زَد میں آئے ہیں، کتنوں کو میں نے پیغام پہنچایا ہے اور دوسرا اُن کی کیفیت کہ جن تک پیغام پہنچا ہے ابھی کس لیول پر ہیں؟ آیا اوپر آئے ہیں یا نہیں آئے؟ تعالو، اوپر آئے ہیں یا نہیں آئے؟ یا ابھی تک اُسی طرح ہیں۔ فقط سُننے پر اکتفاء کر رہے ہیں۔ میدانِ عمل کے لئے تیار ہوئے ہیں یا نہیں ہوئے؟ یہ پیمانہ ہے آپ کے کام کو پرکھنے کا کہ کتنا دائرہ آپ نے پھیلایا ہے، وسیع کیا ہے؟

نہضتوں کی آفات:

نہضتوں کی آفات شہید مطہریؒ نے ذکر کی ہیں۔ شہید مطہریؒ نے بہت خوبصورت راہیں شروع کیں جو بالکل متروک تھیں، چھوڑی ہوئی تھیں۔ کسی نے اُن کی طرف توجہ نہیں کی، اس بزرگوار نے آکر اُن راہوں کو ڈھونڈا، تلاش کیا، غبار ہٹایا، آغاز کیا لیکن وہ راہیں ادھوری رہ گئیں۔ تکمیل نہیں ہوئیں۔ بہت سارے کام ہیں جن کو تکمیل کی ضرورت ہے۔ اُن میں سے ایک یہ موضوع ہے۔ ''نہضتوں اور تحریکوں کی آفات''۔ اُن آفات میں تکمیل کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں شہید مطہریؒ نے ظاہراً پندرہ یا سولہ آفات ذکر کی ہیں کہ ایک تحریک کو کتنی آفات لگ جاتی ہیں۔ یہ بہت اہم ہے، اس کو آپ نے پورا نشر کرنا ہے، تاکہ نہضت و تحریک کی آفات کی ایک

مکمل فہرست سامنے آجائے۔

تحریک کے اندر غیر تحریکی عناصر کی شمولیت:

شہید مطہریؒ نے ایک فہرست کا تذکرہ کیا ہے کہ جب تحریک کے اندر غیر تحریکی عناصر، نہضت کے اندر غیر نہضتی لوگ شامل ہوجاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی آفت ہے، یعنی غیر متحرک افراد اس کو ٹھنڈا کردیتے ہیں، جمود کا شکار کردیتے ہیں۔ منحرف کردیتے ہیں۔ تحریک کا مطلب حرکت دینے والے۔ نہضت یعنی اہلِ قیام۔ جو قیام کی حالت میں ہوں یا قیام کررہے ہوں یا کرا رہے ہوں۔ اس نہضت میں جب غیر نہضتی لوگ شامل ہوجاتے ہیں تو وہ اس کی روح کو منجمد کردیتے ہیں۔ جیسے ایک انسان کے اندر سرطان یا کینسر کا خطرناک وائرس داخل ہوجائے تو یہ اسے ختم کردیتا ہے۔ نہضت کے لئے کینسر یا سرطان غیر نہضتی مزاج کے لوگ ہیں جو اس کو نابود کردیتے ہیں۔

تنظیم، جمہوریت کا فرزند:

ہم چونکہ تنظیمی سوچ رکھتے ہیں، جیسے جمہوری عمل میں گِنا جاتا ہے۔ جمہوریت نام ہی گنتی کا ہے۔ تنظیمی عمل بھی گنتی کا نام ہے، یہ ذہن میں رکھ لیں کہ ''تنظیم'' جمہوریت کا فرزند ہے، اسلام کا نہیں ہے۔ جمہوریت نے جو پہلا بچہ جنم دیا ہے وہ ''تنظیم'' ہے۔ چونکہ جمہور کو عملی میدان میں لانے کے لئے اور اقتدار کے ساتھ عوامی ارتباط یا درمیانی حلقہ کے طور پر تنظیم کی ضرورت ہے۔ اُن کی تھیوری یہ ہے کہ ایک طرف اقتدار ہے اور ایک طرف عوام۔ ڈائریکٹ اقتدار اور عوام آپس میں منسلک نہیں ہونا چاہیئے۔ چونکہ عوام اور اقتدار اگر

ڈائریکٹ ہو گئے تو تباہی ہو جائے گی۔ لہٰذا عوام کو اقتدار سے دور رکھنے کے لئے، اقتدار کو عوام سے بچانے کے لئے بیچ میں ایک بیریئر کی ضرورت ہے اور وہ ہے ''حزب''، ''تنظیم''۔ تاکہ عوام کے نمائندے کہلائیں اور اقتدار پر یہ لوگ آئیں۔ یہ ضروری ہے، اس کے بغیر جمہوریت چل نہیں سکتی۔ تنظیم کے بغیر جمہوریت بے معنی ہے۔ تنظیم جمہوریت کا پہلا فرزند ہے۔

عوام کو اقتدار و سیاست کے ساتھ مربوط رکھنے کے لئے تنظیم ضروری ہے۔ ظاہر ہے تنظیم میں بھی گنتی ہے جو ماں کے اندر خصوصیت ہے وہی بچے کے اندر ہے۔ جمہوریت میں لوگوں کو گنتے ہیں۔ تنظیم میں گنتی پوری کی جاتی ہے۔ یہ بھی ممبر، یہ بھی عضو ہے۔ ایک صاحب اپنے ایک دوست کا ذکر کر رہے تھے، کہنے لگے کہ آغا صاحب میرا ایک دوست ہے، بڑا مخلص آدمی ہے، بہت شریف آدمی ہے۔ بھری محفل میں مجھ سے کہا کہ کبھی آپ کو ان سے ملاؤں گا۔ وہ اتنا اچھا آدمی ہے کہ وہ ماہ رمضان کے احترام میں بالکل شراب نہیں پیتا۔ اتنا اچھا مومن ہے کہ رمضان میں شراب نہیں پیتا۔ بقول ان صاحب کے وہ شخص ان کو چندہ بھی دیتا ہے۔

آپ تنظیموں کے ڈونرز کی انکم کا ذریعہ دیکھیں جو تنظیموں کو پیسہ دیتے ہیں۔ ابھی ڈی جی رینجرز کراچی نے بتایا ہے کہ بھتے سے کراچی کی تنظیموں کو تین سو بیس ارب روپیہ ملتا ہے۔ یہ صرف کراچی کی سیاسی و دیگر تنظیموں کا چندہ ہے، جتنے ممبرز ہوں گے اتنا ہی چندہ زیادہ ہوگا لیکن تحریک کے لیے یہ تباہی ہے۔

متحرک سے محرک بننا:

اگر ایک آدمی شخصیت کے لحاظ سے بہت اچھا ہے لیکن متحرک نہیں ہے۔ یہ تحریک

کے لئے اَن فِٹ آدمی ہے۔تحریک متحرکین کا نام ہے ومحرکین کا نام ہے۔اہلِ قعود تحریک کے ساتھ سازگار نہیں ہیں۔قیام میں اُن کی کوئی جگہ نہیں ہے۔قرآن کریم نے اہلِ قعود کی شدید مذمت کی ہے۔یہ مذمت ہمیں بتاتی ہے کہ آپ اگر اپنی تحریک کو صاف و پاک رکھنا چاہتے ہو تو ایسے عناصر نہ آجائیں، ضرورت پڑنے پر بھی نہ لے آئیں، مثلاً زینتی افراد، ڈیکوریشن پیس جو صدارتی کرسی پر بیٹھے ہوئے اچھے لگتے ہیں لیکن کرتے کچھ بھی نہیں ہیں۔مصلحتاً لے آتے ہیں، یہ حاجی صاحب ہیں، یہ فلاں صاحب ہیں، یہ بزرگ ہیں، اگر کسی جگہ نمائش کرنی ہے تو ان کو مصلحت کی خاطر بلالیں، تحریک کا حصہ نہ بنائیں ویسے ہی پروگرام ہورہا ہے تو بلالیں لیکن تحریک کے عمل میں شامل نہ رکھیں۔چونکہ تحریک کا عنوان اُن کے اوپر فٹ نہیں آتا۔چونکہ متحرک نہیں ہیں۔تحریک کا رکن متحرک ہوتا ہے۔

ہر متحرک انسان آپ کی تحریک کا رکن ہے۔جیسا اُمت کا رکن بننے کے لئے فارم نہیں بھرنا پڑتا۔اُمت کا رکن بننے کے لئے اپنے اندر تین چار ارکان پیدا کرنے پڑتے ہیں۔جونہی وہ رکن آپ کے اندر پیدا ہوں گے، آپ خود ہی اُمت کا حصہ بن جائیں گے۔فارم بھرنے کی ضرورت نہیں ہے، قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی اوتھ نہیں ہے۔جونہی آپ کے اندر یہ شخصیت پیدا ہوگی، آپ خود بخود اُمت کا حصہ بن گئے ہیں۔ تحریک کا حصہ بننے کے لئے متحرک ہونا ضروری ہے۔حرکت میں آنا ضروری ہے۔ ذمہ داریوں کے لئے متحرک ہونے سے محرک بننے کی صلاحیت اس کے اندر ہو۔حرکت دے بھی سکتا ہو، پیغام پہنچا بھی سکتا ہو اور ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے متعہد بھی ہو۔جس انسان کی کوئی ذمہ داری ہو تو وہ متعہد ہے۔قرآن اُن کو متعہد کہتا ہے۔آپ کی تحریک کی یہ شکل ہے۔تحریک کا قرآنی ڈھانچہ یا قرآنی شکل اِن عناصر سے تشکیل پاتی ہے۔

تولیدِ مقاصد ، کامیابی کی کلید:

حرکت میں لانے والا اصلی محرک ''مقصد'' ہے۔ حرکت کے لئے سب سے اہم بنیادی چیز مقصد ہوتا ہے۔ مقصد ہی حرکت میں لاسکتا ہے۔ مقصد کے علاوہ کوئی طاقت نہیں جو حرکت میں لا سکے۔ اس لئے علامہ اقبالؒ نے مثنوی میں ایک باب ذکر کیا ہے۔

ما از تخلیقِ مقاصد زندہ ایم

اس کو آپ اپنی تحریک کا ایک منشور سمجھیں۔ مومن کی حیات، اُمت کی حیات، یہ تولیدِ مقاصد سے ہے۔ مقصد کے بعد مقصد، ایک اعلیٰ مقصد ہے، اُس اعلیٰ مقصد کے لئے انسان کے نئے مقاصد سامنے آتے ہیں اور اُن کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔

آپ ایک لمبے سفر پر جاتے ہیں، زمین پر حرکت کریں زمین گول ہے۔ ہمیں چپٹی نظر آتی ہے لیکن گول ہے۔ جو گول چیز ہو اُس میں ایک حد تک نگاہ جاتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے، پھر خلاء آجاتا ہے۔ چونکہ پھر آگے ڈھلوان ہے زمین مڑ گئی ہے، آپ کی نگاہ سیدھی جارہی ہے اُس ڈرائیور کی طرح جو گاڑی چلا رہا تھا تو جا کر اُس نے درخت میں ماردی۔ اُس سے پوچھا کیوں ایسے کیا؟ کہا کہ روڈ مڑ گیا، میں نہیں مڑا۔ گاڑی چلا رہا تھا، سڑک مڑ گئی میں نہیں مڑا۔ جب اُفق پر چاند دیکھتے ہیں تو زمین مڑ جاتی ہے، نگاہ سیدھی آسمان سے یا خلاءٌ سے جا کر ٹکراتی ہے۔ ورنہ اگر ہماری نگاہ لیزر گائیڈڈ ہوتی تو یہ زمین کے ساتھ ساتھ ایسے مڑ جاتی اور آپ اُدھر سے بھی دیکھ لیتے۔ آپ اس گول زمین پر حرکت کرتے جاتے ہیں جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں تو نیا اُفق آپ کے سامنے نمودار ہوتا جاتا ہے یعنی آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میرے سامنے ایک زمین ہے جو سر اُٹھا رہی ہے۔ پہلے سے موجود ہے لیکن نگاہوں سے اوجھل ہے۔

تولیدِ مقصد کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب ہم نے اپنا رُخ اپنے اصلی مقصد کی طرف کیا

ہے یعنی اللہ کی طرف تو ایک لمبا راستہ ہے جس کے درمیان میں بہت سارے مرحلے ہیں جو میری نگاہوں سے اوجھل ہیں اور جوں جوں میں آگے بڑھتا ہوں، نیا مقصد میرے سامنے سر اُٹھا رہا ہے۔ پہلے قدم پر ایک مقصد تھا، جب اُس مقصد پر پہنچا تو آگے بہت بڑی دنیا کشف ہوئی کہ مجھے یہاں بھی پہنچنا ہے۔ جب اُس مقصد پر پہنچا تو اُس سے بھی زیادہ بڑی دنیا میرے لئے کشف ہوئی اور اب میں نے وہاں تک پہنچنا ہے، وہ بھی میرا مقصد ہے۔ اصل حرکت میں محرک ''مقصد'' بنتا ہے۔ جو انسان کے اندر محرک بنتا ہے پھر خود انسان دوسرے لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے محرک بنتا ہے۔

مریض کو مرض کی آگاہی دینا:

حرکت لانے کے لئے بیداری کی ضرورت ہے یعنی مقصد سے آگاہی، نظام سے آگاہی، سلسلے سے آگاہی، سسٹم سے آگاہی، یہ بیداری ہے اور یہ بھی بتانا کہ کن آفات میں ہم ڈوبے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک بیمار کو نجات دینے کے لئے بیداری ضروری ہے۔ بیداری سے مراد یعنی شعور، بیمار کو بتایا جائے کہ آپ اس طرح کی بیماری میں مبتلا ہو۔ اس بیماری کا علاج اِن اِن امور میں ہے، اتنے کام طبیب نے کرنے ہیں اور اتنے کام تم نے خود کرنے ہیں۔ جب میں خود مریض ہوا اور ایک ڈاکٹر کے پاس گیا تو انہوں نے معائنہ کر کے کہا کہ میں سیدھی سی بات آپ کو بتاتا ہوں، آپ کی بیماری مشکل ہے، پیچیدہ ہے اور اس بیماری میں دس فیصد میرا کام ہے، نوے فیصد آپ کا اپنا کام ہے۔ نوے فیصد کام مریض نے کرنا ہے اور دس فیصد ڈاکٹر نے کرنا ہے۔ ڈاکٹر نے کیا کرنا ہے؟ کہ آپ ہفتے میں ایک مرتبہ میرے پاس آئیں گے، میں آپ کی سابقہ نوے فیصد کارکردگی کا جائزہ لوں گا اور پھر اگلے ہفتے کے لئے آپ کی مزید رہنمائی کردوں گا۔ باقی سب کچھ آپ نے

خود کرنا ہے۔ یہ آ گاہی ہے، یہ مریض کو آ گاہی دینا، یہ بیداری ہے۔اگر یہ بیمار بیٹھا رہے،فرض کریں ورزش کرنی ہےتو وہ بھی ڈاکٹر نے کرنی ہے۔ پرہیز کرنی ہےتو وہ بھی ڈاکٹر نے کرنی ہے،اجتناب کرنا ہےتو وہ بھی ڈاکٹر نے کرنا ہے۔

جیسے یہ تھوڑا معیوب سا جوک ہے لیکن بعض لوگ ایسا کرتے ہیں۔ بادشاہ کا پیٹ خراب ہوگیا،طبیب کو بلایا تو طبیب نے کہا کہ بادشاہ کا انیما کرنا ہے۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے کرلو۔ پھراس نے پوچھا کہ یہ ہے کیا؟ شاید آپ کو بھی نہیں پتہ انیما کیا ہوتا ہے؟ یعنی جب کسی کو شدید قسم کی قبض ہو جائے تو اس کا انیما کرتے ہیں یعنی اس کے پیشاب کے راستے سے کچھ مائع اندر داخل کرتے ہیں تاکہ پیٹ صاف ہو جائے۔ بعد میں بادشاہ نے پوچھا کہ یہ ہوتا کیا ہے؟ جب اُسے بتایا گیا کہ جیسے پیشاب کے راستے سے آپ کے پیٹ میں کچھ مائع داخل کرنا ہے قدیم زمانے میں صابن کی جھاگ بنا کر پیٹ میں ڈالتے تھے تاکہ آنتیں صاف ہو جائیں۔ جب بادشاہ کو پتہ چلا کہ یہ کام کرنا ہے تو اُس نے کہا کس کے ساتھ کرنا ہے؟ تو طبیب نے کہا کہ حضور میرے ساتھ کرنا ہے۔تو بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے اس کے ساتھ ابھی کرو۔یعنی قبض بادشاہ کو ہے اور انیما طبیب کا ہوگیا۔ چونکہ سامنے بادشاہ ہے۔

بیداری کا مطلب یعنی مریض کو آ گاہی دینا، مریض کو توجہ دلانا کہ آپ نے یہ کام کرنا ہے۔آپ کی بیماری کی نوعیت یہ ہے، آپ کی بیماری کا طریقۂ علاج یہ ہے، آپ کی بیماری کا پراسس یہ ہے، آپ کی بیماری کی خصوصیات یہ ہیں۔ یہ آ گاہی ہے جو مریض کو دیتے ہیں۔آپ نے لوگوں کو آ گاہی دینی ہے۔عوام کو آ گاہی دینی ہے۔ اپنی طرف دعوت نہ دیں کہ ہمارے ساتھ مل جائیں، خود اُس کی طرف دعوت دیں، اُس مریض کو مرض کی طرف دعوت دیں نہ کہ اپنی طرف، ہم اپنی طرف بلائیں گےتو وہ نہیں آئیں گے

اور دعوت بھی دیں تو بے فائدہ ہے، یہ بت پرستی ہے۔ ہم نہ کہیں ہماری طرف آؤ، بلکہ خود اپنی طرف آؤ۔ اپنا خیال رکھو۔

میڈیا کے معاشرے پر منفی اثرات:

ٹی وی چینل نے ذہنی و نفسیاتی طور پر پوری قوم کو بیمار کر دیا ہے۔ اکثر گھریلو جھگڑے ٹی وی چینلز کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ چونکہ میاں و بیوی دن بھر غیر معیاری و غیر سنجیدہ پروگرام دیکھتے رہتے ہیں پھر تھوڑی دیر کے لئے جب کچن میں جاتے ہیں تو لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ چونکہ دونوں ٹینشن میں ہیں۔ ایک دوسرے کی بات برداشت ہی نہیں ہے۔ گھر کا ماحول آرام دہ رکھنے کے لئے ٹی وی چینل آف کر دیں۔ میں نے ایک جگہ کہا کہ میں اگر کہوں اللہ کے لئے آف کرو تو آپ ڈبل دیکھو گے پہلے پانچ گھنٹے دیکھتے ہو پھر اللہ کی ضد میں دس گھنٹے دیکھو گے۔ چونکہ بعضوں نے اللہ کے ساتھ ضد لگائی ہوئی ہے۔ جو اللہ نے کہنا ہے میں نے نہیں کرنا ہے۔ میں نے اُنہیں کہا کہ اگر اللہ کی خاطر نہیں کرتے تو اپنی صحت کے لئے یہ ٹی وی بند کریں۔ آپ بھی ایک ہفتہ تجربہ کر کے دیکھیں اپنے گھروں میں ٹی وی بالکل آف کر کے پھر سارے گھر والوں کا معائنہ کروائیں۔ بیوی کا بھی، بچوں کا بھی، اپنا بھی۔ اب دیکھیں آپ کتنے پرسکون ہیں۔ صحت کے لحاظ سے آپ کے اعصاب کو کتنا سکون ملا ہے۔

بیدار و بیدار گر:

لوگوں کو آگاہی دیں۔ نہ کہیں کہ ہمارے ساتھ ملو۔ لوگوں کو کہو اپنا خیال رکھو، اپنی نجات کے لئے یہ کام کرو۔ آگاہ ہو جاؤ جہاں مرضی ہے رہو۔ اکثر پوچھتے ہیں کہ ہم بیدار

ہو کر کدھر جائیں؟ بیدار آدمی کو نہیں بتانا پڑتا کہ کدھر جائے۔سوئے ہوئے کو بتانا ہوتا ہے کدھر جائے۔ جو پوچھتے ہیں ہماری ڈیوٹیاں کیا ہیں، ہمارا فریضہ کیا ہے، ہمارا وظیفہ کیا ہے؟ یعنی اس کو پہلے جگاؤ جیسے ایک آدمی سویا ہوا ہے اور پوچھتا ہے میرا کیا فریضہ ہے؟ میں کیا کروں؟ اُسے جگادو بس۔ٹائم دیکھے گا اُسے پتہ ہے اس کو کیا کرنا ہے؟ سوئے ہوئے کو نہیں معلوم۔آگاہ آدمی کو پتہ ہے کہ میں نے کیا کرنا ہے؟ آپ کا کام آگاہ کرنا ہے،لوگوں کو شعور دینا۔قرآنی پیغام لوگوں تک پہنچانا۔اللہ کا نظام لوگوں تک پہنچانا۔ یہ آپ کا فریضہ ہے۔ تحریکِ بیداری ہے، بیداری اس کا اہم رکن ہے۔ جو بیدار ہو گیا ہے، یہ بیدار طبقہ کہلائے گا،یعنی ''بیداران''۔ ایران میں ایک نہضت چلی تھی ''سر بیداران''، سر بیدار یعنی جنہوں نے سولی کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لیا ہو۔دار کھمبے کو کہتے ہیں،سر بیدار، یعنی جس کا سر سولی پر لٹکا ہوا ہے۔نہضتِ سر بیداران مغلوں کے زمانے میں تھی،نہضتِ سر بیداران پر بہت خوبصورت فلم بھی بنائی گئی ہے۔

آپ کی نہضت ہے ''بیداران''، جو بیدار ہو گئے ہیں یہ بیدار ہیں۔ جو مبلغین بیدار کرنے والے ہیں یہ ''بیدارگر'' ہیں۔علامہ اقبالؒ بیدارگر ہیں۔ جمال الدین افغانیؒ بیدارگر ہیں۔امام خمینیؒ بیدارگر ہیں۔شہید مطہریؒ بیدارگر ہیں۔ یہ بیدار کرنے والے ہیں۔جس طرح کچھ لوریاں سنانے والے ہیں،سلانے والے ہیں، کچھ لھو ولعب کے ماہرین ہیں۔یہ بیدار کرنے والے طبقات ہیں۔انہوں نے لوگوں کو بیدار کرنا ہے۔

تحریک بیداری، اُمت سازی کی قرآنی صورت:

آپ کے کام کی نوعیت تحریک و بیداری کی ہے۔ حرکت، لیکن حرکت، بسوئے بیداری۔حرکت بیداری کی،آگاہی کی وشعور دلانے کی۔ باشعور کو پتہ ہے کہ مجھے کیا کرنا

ہے؟ ابھی تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ آجائے، وہ ڈرتا ہے کہ میں کہیں ان کے ساتھ نہ چلا جاؤں۔ آپ اُن سے کہو نہیں، آپ ہمارے ساتھ نہیں آنا۔ بیدار کو اگر منع بھی کرو کہ ہمارے ساتھ نہیں آنا تو اس کے پاس اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ وہ کدھر جائے گا۔ اگر بیدار کردیں، پھر اُسے کہیں ہمارے ساتھ نہیں آنا۔ جدھر مرضی ہے جاؤ۔ وہ کہتا ہے مرضی کیا ہے؟ مرضی تو اُس وقت ہوتی ہے جب کئی راستے ہوں۔ جب راستہ ہی ایک ہے تو کدھر جانا ہے۔ اس لئے یہ زحمت نہ کریں اور اُن کو یہ نہ کہیں کہ ہمارے ساتھ آجاؤ۔ آپ کہیں بیدار ہو جاؤ۔ پس بیدار ہو کر جہاں مرضی ہے جاؤ۔ ظاہر ہے کہ بیدار کہیں اور نہیں جاتا۔ بیدار نے خود اسی راستے کی طرف جانا ہے۔ دوسرے راستے ہی نہیں ہیں۔ بیدار جو آگاہ ہو گیا ہے، بیدار گر جو بیداری کی نہضت وقیام آگے چلا رہا ہے۔

(۱) متحرک یعنی فعال، کسی سطح پر بھی فعال آدمی ہے۔ جمود کا شکار نہیں ہے، حرکت میں ہے۔

(۲) محرک یعنی حرکت دینے والا۔ خود بھی حرکت میں ہے اور دوسروں کو بھی حرکت دیتا ہے۔

(۳) متعہد یعنی ذمہ دار یا مسئول۔ جس کے دوش پر حرکت کرنا بھی ہے، حرکت دینا بھی ہے اور دیگر ذمہ داریاں بھی ہیں۔

اس کو قرآن متعہد کا نام دیتا ہے۔ بس ہم رائج اصطلاحات استعمال نہیں کریں گے جیسے جنرل باڈی، اسمبلی، کابینہ، کیبنٹ اور فلاں فلاں، یہ تنظیم یعنی اولادِ جمہوریت کے ڈھانچے کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ یہ قرآنی اُمت کے ارکان نہیں ہیں۔ بلکہ قرآنی اُمت کی شکل اس طرح بنتی ہے۔ اُس کا حلیہ وارتباط کا ذریعہ جیسے قرآن فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُم (الفتح : ۲۹)

آپس میں رحمت کا رابطہ، نرمی کا رابطہ،

آپس کا رابطہ، حسادت کا رابطہ نہ ہو۔ اگر ایک فعال ہے تو دوسرا اسڑیل نہ ہو جائے کہ یہ کیوں فعال ہے؟ فعالیت کریں، آپ اُس سے بھی آگے نکلیں

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰت (البقرہ : ۱۴۸)

آپ سبقت لو، اُس سے آگے نکلیں۔ سرعت دکھاؤ

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (ال عمران : ۱۳۳)

سپیڈ کے ساتھ جاؤ،

کچھوے کی سپیڈ سے تحریکیں نہ چلاؤ۔ آپ کے پاس سب سے زیادہ سرعت زمان (ٹائم) کی ہے، سب سے زیادہ سریع چیز نور ہے۔ آپ اپنی حرکت کو نور کی سرعت سے زیادہ تیز چلاؤ۔ چونکہ نور مادی چیز ہے، کہتے ہیں سورج کی روشنی زمین تک آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے۔ اگر آپ کو سورج پر جانا پڑے آپ کے پاس فکر ہے، چونکہ فکر مادی نہیں ہے۔ مادے کو آٹھ منٹ لگتے ہیں۔ جو مادی نہیں ہے اس کو آٹھ منٹ بھی نہیں لگنے چاہئیں۔ یہ چیز تیزی سے پھیلتی ہے بشرطیکہ اُس کے ارکان، اعضاء، اجزاء فعال ہوں۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (المائدہ : ۵۴)

کفار و دشمنوں کے مقابلے میں شدت اور آپس میں نرمی، اعتماد، حسنِ ظن اور رہبری کے ساتھ اطاعت۔ یہ رابطہ اُمت کو بناتا ہے۔ علی علیہ السلام کو شکوہ یہ تھا کہ تم بہت اچھے ہو، ہو بہت سریلے ہو لیکن میری اطاعت نہیں کرتے ہو۔ چونکہ ہم علی علیہ السلام کی ساری رباعیاں سنتے ہیں۔ تصدیق کریں گے کہ واقعاً علی علیہ السلام کے چاہنے والے سریلے ہیں لیکن اطاعت نہیں کرتے۔ ظاہر ہے سُروں سے معاملہ بنتا نہیں ہے جب تک اطاعت نہ ہو۔ اطاعت چاہئے۔ متحرک، مطیع ہو۔ اندھی حرکت نہیں کرنی۔ بابصیرت حرکت کرنی ہے۔ آگاہانہ حرکت کرنی

ہے۔آپ کی یہ صورت قرآنی اُمت سازی کے لئے ہے۔جس میں باریاں نہیں ہیں کہ یہ اس کی باری تھی ،مثلاً متعہد کون ہے؟ جو واقعاً متعہد ہے۔یہ نہیں کہ پچھلے مہینے یہ متعہد تھا،اس مہینے یہ متعہد ہے۔یہ فرضی عہدہ نہیں ہے۔متعہد یعنی واقعاً جس نے عہد کیا ہوا ہے وہی متعہد ہے۔ساری عمر متعہد ہو۔

قرآن کریم میں عہد شکنی کی مذمت :

قرآن کریم میں یہ ساری اُمت سازی کی آیات ہیں۔سورہ بقرہ میں بھی اور بعد میں بھی قرآن نے سختی سے کہا ہے کہ کچھ ایسے ہیں جو عہد لے کر توڑ دیتے ہیں۔اُنہیں قرآن نے بہت ڈانٹ پلائی ہے۔بہت سخت جملے اُن کے بارے میں ہیں جو عہدِ خدا کو توڑ دیتے ہیں۔۔ان کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ عہد شکن ہیں اور سب سے زیادہ بُری چیز خدا کے ہاں عہد شکنی ہے۔عہد نہ کرنا یہ بُرا ہے اور عہد کر کے توڑنا یہ اُس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔بعض یہ کہتے ہیں ہم عہد نہیں کرتے تا کہ توڑنا نہ پڑے۔یہ بُرے ہیں جو عہد کرتے ہی نہیں ہیں اور اُن سے بُرے وہ ہیں جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں اور پاکستانیوں کا ویسے بھی موقف چھوٹی برائی ہے۔انہوں نے چلنا برائی پر ہی ہے۔یہ طے ہے کہ ہم نے چلنا بُرے راستوں پر ہے لیکن تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ چھوٹی برائی پر چلیں۔یہ دین ہے جو پاکستانیوں کو سکھایا گیا ہے، چھوٹی برائی۔یعنی اچھائی بیشک موجود ہو اُس پر نہیں چلنا، بڑی برائی اور چھوٹی برائی میں سے ہم نے چھوٹی برائی پر چلنا ہے چونکہ یہ ہمارے آباء کا دین ہے کہ چلنا برائی پر ہی ہے۔اگر تین آدمی ہوں، ایک اچھا، ایک بُرا اور ایک بہت بُرا۔پاکستانی کس کے پیچھے چلیں گے؟ چھوٹے بُرے کے پیچھے۔بڑے بُرے کے پیچھے بھی نہیں چلیں گے اور اچھے کے پیچھے بھی نہیں چلیں گے۔چھوٹے بُرے کے پیچھے چلیں گے۔یہ آبائی مذہب ہمیں بتا دیا گیا ہے۔

عہد نہ کرنا چھوٹی برائی ہے، عہد کر کے توڑنا بڑی بُرائی ہے۔ پس یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے عہد نہیں کیا تو ہم بچے ہوئے ہیں، بڑے اچھے لوگ ہیں، اچھائی سے نکل گئے۔ متعہد نہ ہونا یعنی اچھائی کے زُمرے سے باہر چلے گئے ہیں، آپ ذمہ داری اپنے دوش پر لیں۔

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (البقرہ : ۲۷)

گھاٹے والے، خسارے والے کون ہیں؟ جنہوں نے عہد نہیں کیا اور عہد کر کے پورا نہیں کیا۔ یہ سب سے زیادہ خسارے میں ہیں۔ توّہم سے باہر آجائیں، اپنے آپ کو غلط فہمیوں سے باہر نکالیں، پہلی توجہ اپنی طرف دیں، جیسے تحریک سے پہلے تحرک ہے۔ اسی طرح یہ توہمات پہلے دور کریں۔ توّہماتی دین چھوڑیں۔ عہد کے بغیر کہیں کوئی قبولیت نہیں ہے۔ آپ نے پورے ملک میں جتنے متحرک لوگ ہیں اُن سب سے رابطہ کرنا ہے، جو متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ محرک بھی ہیں، ان کی شناخت کرنی ہے۔ جو آگے سلسلہ بڑھا سکتے ہیں۔ چونکہ بعضوں کے اندر بہت طاقت ہے، یہ کام کر سکتے ہیں۔

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام اُسوۂ بیداری

حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کی سیرت جو بیان ہوئی ہے اُس میں ایک اہم خصوصیت جس کے لئے حضرت مسلم علیہ السلام کو سید الشہداء علیہ السلام نے انتخاب کیا وہ یہی تھی کہ مسلم علیہ السلام محرک تھے، موج ایجاد کر سکتے تھے، طوفان کھڑا کر سکتے تھے۔ بیداری کی نہضت چلانے کی بھرپور صلاحیت تھی اور انہوں نے چلائی بھی اور بھرپور چلائی، حضرت مسلم علیہ السلام نے حق ادا کیا۔ دوسری قوم نے کام خراب کیا، مسلم علیہ السلام نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

متعہدین ، محرکین و متحرکین:

بعض متحرک ہیں، بعض محرک ہیں اور اُن محرکین میں سے بعض متعہد ہیں۔ متعہد طبقہ جن کے پاس ذمہ داریاں ہوں گی۔ جنہوں نے ملکی سطح پر اس سارے سلسلے کو منظّم رکھنا ہے، مربوط رکھنا ہے اور فعال رکھنا ہے۔ اُن کے بعد محرکین ہیں، علاقائی و مرکزی اور پھر اُن کے بعد متحرکین ہیں جو جہاں بھی ہوں۔ دس ہیں، سو ہیں، پچاس ہیں، ہزار ہیں، جتنے بھی ہیں، وہ سارے آپ کے علم میں ہوں۔ متعہدین نے محرکین تک پیغام پہنچانا ہے، محرکین نے متحرکین کے ذریعے آگے عوام تک پیغام پہنچانا ہے، اصل ہدف ناس ہیں۔ لوگوں تک اپنا پیغام پہنچائیں۔ کچھ طبقات سے، جن سے توقع ہے آپ کو کہ یہ دینی، مذہبی اور انقلابی ہیں، اُن سے پرہیز کرنی ہے۔

اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ (البقرہ:۷۵)

توقع رکھتے ہو کہ یہ آپ کی بات مانیں گے! ان کے گھروں میں تو حضرت موسیٰؑ کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ بھلے حضرت موسیٰؑ کی تصویریں لگی ہوئی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی نہیں مانیں گے۔

اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ (البقرہ:۷۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصویریں بھی اللہ کا نبی ہونے کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ اپنے قبیلے کا ہونے کی وجہ سے کہ ہماری قوم کا بندہ ہے، ہماری پارٹی کا بندہ ہے۔ پارٹی کا بندہ سمجھ کر لگائی ہوئی ہیں، نہ کہ اللہ کی خاطر لگائی ہوئی ہیں۔ اگر اللہ کی خاطر ہوتا تو موسیٰؑ ہی کہہ کر گئے تھے کہ میرے بعد نبی آنے والے ہیں، اُن کا یہ نام ہے، اُن کی اطاعت کرنا۔

فرصت سے فائدہ اُٹھائیں:

پس بنابریں اپنی توانائیاں ضائع ہونے سے بچائیں۔ کچھ کام چھوڑ دیں، توانائیاں ضائع ہوتی ہیں۔ تحرک زیادہ کرنا ہے تاکہ تحریک تیز ہو، حرکت زیادہ لائیں۔ بیداری کے پیغام کو عام کریں اس وقت آپ کے کام کے لئے فضا مناسب ہے۔ یہ طاغوتوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ دوسروں کی حماقتوں کی وجہ سے میدان ہموار ہوا ہے۔ اُس سے فائدہ اُٹھائیں۔ جو رہبر معظم اور امامؒ فرماتے ہیں نہضت کا اصول ہے کہ نہضتیں خطروں کو اور تہدیدات کو فرصتوں میں بدل دیتی ہیں۔ یعنی جو کام دشمن آپ کو روکنے کے لئے کرتا ہے، آپ اُسی سے اپنا کام اور زیادہ تیز تر کردیتے ہیں۔ اس سے فائدہ اُٹھائیں اور اگر یہ زمانہ گزر گیا، ناگوار حالات کا تو پھر آپ کو کچھ نہیں کرنے دیں گے۔ یہ طے ہے، مسلمات میں سے ہے۔ کچھ بھی نہیں کرنے دیں گے۔ جب تک آپس میں اُلجھے ہوئے ہیں، جب تک مشکلات ہیں، جب تک یہ ناہمواریاں ہیں آپ کیلئے موقع ہے، چونکہ لوگ ذہنی طور پر اسی لوڈ شیڈنگ میں، ظلمت میں راستہ تلاش کرتے ہیں۔ اگر ظلمت میں موم بتی بھی کسی نے جلا دی، موبائل کی لائٹ بھی آن کردی گئی تو پھر آپ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہیں گے ٹھیک ہے اب کام چل گیا ہے مثلاً۔ پھر آپ بلتستان میں جو مرضی ہے کرتے رہیں۔ یہی وقت ہے کہ آپ خدا کے ساتھ عہد کر کے اس پیغام کو عام کریں۔

تحریکِ بیداری میں روح بلالیؓ

تمام مسلمان جب ایک عام مسلمان کی زبان سے اذان کے کلمات سنتے ہیں تو دوڑے ہوئے مسجد میں حاضر ہوجاتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ تو ہمارے محلے کا ایک مؤذن ہے۔، ہمارا جاننے والا ہے اور ہم جیسا ہی ہے لہٰذا جیسے ہی حی علی الفلاح اور حی علی

خیر العمل کی آواز کانوں تک پہنچتی ہے توسب دوڑے ہوئے مسجد میں پہنچ جاتے ہیں۔ جو بھی اس پر لبیک کہتا ہوا دوڑ کر حاضر ہو جاتا ہے وہ درحقیقت خداوند متعال و رسول اللہ ﷺ کو لبیک کہہ رہا ہوتا ہے۔

اگرچہ تحریک بیداری اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کی دعوتِ حضور اس تحریک کی زبان سے ملی ہے لیکن یہ تحریک درحقیقت مؤذن الٰہی و مؤذنِ رسالت ہے۔اگرچہ دوسری اذانیں بھی جاری ہیں لیکن اس تحریک کی اذان میں روحِ بلالی ؓ ہے اور تحریک بیداری کا کام یہ ہے کہ ان رسمی اذانوں کے اندر روح بلالی ؓ بھی ڈال دے اور وہ اُمت جو فقط رسومات میں مقیّد ہو چکی ہے اس امت کو اس کے واجبات، فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ بھی دلائے۔